جامعہ عثمانیہ کے
کتب خانے کے لیے!
عمر الیافعی
۲۶/۱۱ ۵۱ء

دیوان

حکیم الممالک مولوی حکیم عبد الباسط المتخلص بہ عشق

موسومہ بہ

ترانۂ عشق حصۂ اول

مشتمل بر

غزلیات و رباعیات فارسی

دیباچہ

حکیم عبدالباسط المتخلص بہ عشق

مولوی مہدی واصف مشہور مصنف کے فرزند اکبر ہیں۔ مہدی صاحب کی تصانیف نے دکن میں خاص شہرت و مقبولیت حاصل کی سب سے پہلے انہوں نے اُردو کا لغت فارسی میں لکھا اور اُردو انگریزی ڈکشنری ترتیب دی وہ نہ صرف علوم مشرقیہ کے یگانۂ روزگار عالم تھے بلکہ انگریزی ترکی اور کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ اُن کی فارسی تصنیف "حکایات دل پسند" جس میں امثال لقمان کو انگریزی سے نثر فارسی کا جامہ پہنایا گیا ہے ہندوستان کے اکثر مدارس میں زیر درس رہی اور مختلف مطابع میں چھپ چکی ہے۔ انہوں نے علاوہ دیگر تصانیف کے فارسی کا ایک مختصر لغت اور فارسی محاورات پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور ایک تذکرہ "معدن الجواہر" نامی بھی لکھا ہے۔ جس میں اپنے ہمعصروں اور فارسی زبان کے مشہور شاعروں کے حالات جمع کئے ہیں۔ ان کے دو مختصر دیوان بھی۔ فارسی اور اُردو میں موجود ہیں مولوی مہدی واصف کے والد عارف الدین خاں ذوقؔ بھی فارسی کے مشہور شاعر اور دربار والاجاہ (مدراس) میں خاص عزت و منزلت رکھتے تھے۔ عرصہ ہوا کہ راقم الحروف نے ان کا دیوان مع مختصر حالات کے شائع کردیا ہے۔

الغرض حضرت عشق کے خاندان میں ملکۂ شاعری ورثتاً چلا آرہا ہے چنانچہ وہ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

نازم ز سخن عشقؔ رسید ست بدستم
میراثِ گرانمایۂ جدّ و پدرِ من

"تذکرۂ گلزار اعظم" کی تصریح کی بموجب جس کو نواب غلام غوث خاں آخری یادگار خاندان والاجاہی نے شعرائے والاجاہی کے حالات میں ترتیب دیا ہے حکیم عبدالباسط عشق کی پیدائش ۱۲۳۵ھ میں بمقام مدراس ہوئی۔ وہیں انہوں نے ہوش سنبھالا اور اپنے والد مولوی مہدی واصف اور اپنے ماموں حاجی زین العابدین سے جو اس زمانہ کے فارسی کے جیّد اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے نیز نواب خان عالم خاں فاروق سے جو علم و فضل کے ساتھ فن شعر میں بھی کمال رکھتے تھے عربی فارسی کی درسی کتابوں کی تحصیل کی اور اس کے بعد مدراس کے میڈیکل کالج میں جو وہاں پہلے پہل قائم کیا گیا تھا۔ شریک ہوگئے اور ڈاکٹری کی سند حاصل کی۔ ان کا اس زمانہ کے مشہور و معروف ڈاکٹروں میں شمار تھا۔ اور وہ سرجری میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ میں نے اپنے بچپن میں ان کا کتب خانہ دیکھا ہے جو کئی المار یوں پر مشتمل تھا جس میں ڈاکٹری کے ہر فن پر بیش بہا کتابیں فراہم کی گئی تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اپنے فن سے کس قدر شغف تھا۔ اور ان کا مطالعہ اور ان کی نظر اس فن پر کس قدر وسیع تھی باوجود اس حذاقت و مہارت طبی کے انہوں نے اس شریف پیشہ کو اپنا ذریعہ آمدنی نہیں بنایا۔ بلکہ اپنے دوست احباب اور غریب غربا کا علاج مفت کرتے تھے۔ بسا اوقات ان کی دواؤں کے اخراجات بھی خود اٹھاتے تھے اس فیاضی اور سیر چشمی کی وجہ سے اکثر مقروض اور تنگدست رہتے تھے لیکن بایں ہمہ کبھی انہوں نے اپنا طریقہ نہیں بدلا۔ ان کی انگریزی قابلیت اور مہارت و حذاقت طبی کے متعلق گلزار اعظم میں لکھا ہے:۔

"زبان انگریزی دیا نزدہ فن طب انگریزی از مستندان اہل لسان آموختہ و بہرۂ وافی اندوختہ"

ان کے والد مولوی مہدی واصف اپنی تصنیف "حدیقۃ المرام" میں ان کی نسبت لکھتے ہیں:۔

"شاب ذکی لہ مہارۃ فی العربیۃ والفارسیۃ والانجلیزیۃ لاسیما فی علم الطب لہ

خدا آفتہ کاملہ" گلزار اعظم میں لکھا ہے کہ حضرت عشقؔ مدراس میں ایک ہفتہ وار اخبار "تمیز الاخبار" بھی نکالتے تھے لیکن معلوم نہیں ہوا کہ یہ اخبار فارسی میں تھا یا اُردو میں افسوس ہے کہ کہیں اس اخبار کے پرچے دیکھنے میں نہیں آئے۔ ورنہ بہت سے حالات پر روشنی پڑتی۔

حضرت عشقؔ نے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اگرچہ اپنے والد اور ماموں سے فارسی، عربی، درسی کتب کی تحصیل فرمائی تھی لیکن کلام کی اصلاح خان عالم خاں بہادر فاروقؔ سے لیا کرتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد کو اُستاد سے اور استاد کو شاگرد سے خاص ربط و تعلق تھا چنانچہ فرماتے ہیں۔

زشعر پُر اثرم عشقؔ اثر ہویدا شد　　　　دعائے حضرت فاروقؔ برگزین مرا

ایک دوسرے شعر میں استاد سے جدائی پر اس طرح افسوس کرتے ہیں۔

جُدا ز حضرت فاروقؔ تا شدم اے عشقؔ　　　　زیاد در رفت سخن خاطر حزین مرا

"اشارات بینش" میں لکھا ہے کہ فاروقؔ نے مولوی سید دلدار علی کی تصنیف پر جو غالباً مذہب شیعیت کی تائید میں لکھی گئی تھی۔ یہ رُباعی موزوں کی تھی۔

دلدار علی کہ دادِ تالیف بداد　　　　اثنا عشریہ را نمودہ برباد

اعنی زصوارم و حسام اسلام　　　　برگردن ہر شیعی منت بنہاد

اس کا جواب سعید بیگ طلبؔ نے یوں دیا۔

فاروقؔ بنائے ایں رباعی چو فگند　　　　زانصاف ہمہ شیعہ و سُنی گفتند

اکنوں زصوارم و حسام اسلام　　　　البتہ نمود نیست قطع بیوند

حضرت عشقؔ نے اپنے استاد کی حمایت میں کئی رباعیاں لکھ کر بھجوائی تھیں جن میں سے حسب ذیل دو رباعیاں تذکرہ گلزار اعظم میں درج ہیں۔

تا مژدہ قطع دادہ بے طلبم　　　　ممنون تو اے سعید بیگ طلبم

فاروقم و بہرِ قطع ہر بدعت و شرک
شمشیر محمد و علی می طلبم

اے اہل صلاح کیش ارباب فساد
دارد بر کذب بے زور وبہتان بنیاد

بر قطع زفاروق کدامیں سُنی
بارا فض سب طلب موافق اقتاد

یہ وہ زمانہ تھا کہ خاندان والا جاہی کی بساط حکومت سمٹی جا رہی تھی اور غدر سے کچھ دنوں پہلے ہی اطراف و اکناف ہند سے علماء و فضلاء کے قافلے حیدر آباد کو اسلامی مرکز خیال کر کے چلے آ رہے تھے خود اس خاندان کے بہت سے افراد حیدر آباد پہنچ چکے تھے۔ حضرت عشقؔ کے والد چچا اور دادا حیدر آباد آ چکے تھے نواب شمس الامراء بہادر اور ان کے بعد نواب سالار جنگ اول جن کو اہل کمال کی قدردانی اور حوصلہ افزائی سے خاص دلچسپی تھی اطراف و اکناف ہند سے علماء و فضلاء اور شرفاء کو دعوت دے دے کر بلا رہے تھے اور ہر شخص کو اس کی قابلیت اور مرتبہ و منزلت کے لحاظ سے خدمات و مناصب عطا فرما کر اپنی علم پروری اور معارف نوازی کا ثبوت دے رہے تھے۔ جس کی وجہ سے حیدر آباد اہل فضل و کمال کا اچھا خاصہ مرکز بن گیا تھا۔

حضرت عشقؔ اپنی جوانی کا ایک معتدبہ حصہ مدراس میں گزارنے کے بعد تلاش روزگار میں میسور چلے گئے۔ اور وہاں محکمہ مال میں انہیں ایک معقول خدمت مل گئی۔ چونکہ اکثر اعزّہ و احباب حیدر آباد چلے گئے تھے۔ اس لئے ان کا دل میسور میں نہ لگا۔ چند سال وہاں رہنے کے بعد وہ اکتا کر بلدہ چلے آئے۔ غالباً حیدر آباد میں ان کا ورود ۱۲۷۹ہجری کے بعد کا واقعہ ہے۔

کیونکہ حدیقۃ المرام میں جو سن مذکور میں طبع ہوئی ہے۔ مہدی واصف نے میسور میں ان کی موجودگی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس وقت ان کی عمر (۴۰) سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔

تذکرہ گلزارِ اعظم ۱۲۶۹ھ میں تصنیف ہوا ہے اس میں جو حالات درج ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے اس وقت حضرت عشق مدراس میں مقیم تھے۔ غالباً اس کے بعد ہی وہ میسور گئے ہیں۔ اس لحاظ سے میسور کا زمانہ قیام آٹھ نو سال سے زیادہ نہیں معلوم ہوتا۔

یہاں آنے کے بعد نواب سالار جنگ اول نے ان کے فضل و کمال کی قدردانی فرمائی اور انہیں دفتر دیوانی میں سررشتہ داری کی خدمت تفویض ہوئی اس کے بعد جب نوادر خانہ کے نام سے ایک عجائب خانہ قائم ہوا تو وہ اس کے مہتمم بنائے گئے۔ جب "نوادر خانہ" بے ضرورت سمجھ کر برخواست کیا گیا۔ تو حضرت عشق کو پوری تنخواہ کا وظیفہ کر دیا گیا کہ ان کے علاج معالجہ سے مخلوق خدا کو بہت فیض پہنچتا تھا لیکن کبھی کبھی ان سے علاقہ دیوانی کے بعض امراء کے علاج معالجہ کا کام لیا جاتا تھا۔

حیدرآباد آنے کے بعد ان کا زیادہ تر مشغلہ علاج معالجہ اور درس و تدریس اور شعر و شاعری تھا۔ شطرنج بھی بہت شوق سے کھیلتے تھے اور یہ شوق بھی کچھ شاعری کی طرح ورا‌ثتاً ملا تھا۔ کیوں کہ ان کے دادا عارف الدین خان ذوقی کی نسبت بھی سنا گیا ہے کہ ان کو بھی شطرنج کا بہت شوق تھا۔

غالباً اپنی اس بیکاری کی جانب ہی انہوں نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

دمبدم حسرتِ ہر کار بمن میگوید
کہ زبیکاری خود عشق چہا نتواں کرد

اپنے ایک دوسرے شعر میں کہتے ہیں۔

فرصت نشد کہ شکوہ زکم فرصتی کنم
بیکار بسکہ می گزرد روزگار من

اتفاق سے ان دنوں حیدرآباد میں اچھے اچھے سخن گو اور سخندان اصحاب جمع ہو گئے تھے۔

مثلاً منشی حبیب اللہ ذکا۔ امیراللہ صاحب امیرؔ سالک وغیرہم۔ اس مجمع اہل کمال میں ہمیشہ شعر و سخن کے چرچے رہتے اور مشاعرہ کی مجلسیں گرم ہوتیں۔ حضرت عشقؔ اکثر ان مشاعروں میں شریک ہوتے تھے یہ دیوان زیادہ تر اسی زمانہ کی غزلیات پر مشتمل ہے ان کے زمانۂ جوانی کا کلام ضائع ہو گیا۔ اگر ان کے تمام افکار کو جمع کیا جاتا تو کئی ضخیم دیوان ہوتے ان کی پُرگوئی مشہور تھی جب شعر کہنے پر آتے تو سیکڑوں شعر کہتے چلے جاتے تھے۔ والد مرحوم اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ اس قدر جلد فکر شعر فرماتے تھے کہ ہم لوگ اُن کے اشعار کو قلم بند نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی تصدیق گلزار اعظم سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں لکھا ہے

"غزل و قصیدہ بکمال سرعت می نگارد"

اس دیوان میں جو غزلیات ہیں ان سے بھی ان کی پُرگوئی اور روانیٔ طبع کا کافی پتہ چلتا ہے چنانچہ ایک ہی بحر و ردیف میں آٹھ آٹھ دس دس غزلیں ملتی ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کا کوئی قصیدہ ہمدست نہیں ہوا۔ قصیدہ کے میدان میں ان کے زور طبیعت کا اور زیادہ اندازہ ہو سکتا تھا اپنی پُرگوئی اور زود فکری کی وجہ سے وہ اپنے ہمعصروں میں خاص امتیاز رکھتے تھے اور اکثر امتحانی مواقع پر اپنی اس خداداد قابلیت کی وجہ سے کامیاب رہے اور اپنے ساتھیوں پر گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

یاد آں زماں کہ عشقؔ بمیدان امتحان
از ہر کہ بود گوئے سخن ماربودہ ایم

مولوی عبدالواجد صاحب فرزند مولوی عبدالعلی صاحب والہؔ کو اپنے بزرگوں کے آثار جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ صاحب دیوان ان کے نانا ہوتے تھے اور ان سے تلمذ بھی تھا۔ ان کو ان کے کلام کے جمع کرنے کا خیال ہوا۔ لیکن حضرت عشقؔ کے پاس سوائے چند مسودۂ غزلیات کے

جو متفرق پُرزوں پر لکھے گئے تھے۔ کوئی ذخیرہ نہیں تھا۔ نواب اسد علیخاں صاحب جو حضرت عشقؔ کے قدیم دوست تھے۔ ان کے پاس بھی کچھ کلام موجود تھا جس کو حضرت موصوف نے ان سے حاصل کرکے مولوی عبدالواجد صاحب کے حوالہ کردیا۔

معلوم ہوتا ہے حضرت عشقؔ کے زمانہ میں ہی ان کی اُردو غزلیات جس قدر مل سکیں ان کو صاف کرکے صاحب موصوف نے ایک مجموعہ ترتیب دے لیا تھا۔ جس کے دیباچہ میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عشقؔ کے ایما سے انہوں نے اس کا نام "ترانۂ عشقؔ" رکھا ہے۔ لیکن فارسی کلام بجز چند غزلیات کے صاف نہ ہوسکا اور بہت سے پرزے مسودہ کی حالت ہی میں پڑے رہے اور ان کے مرتب اور ایک جگہ فراہم کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ حالانکہ ان کا فارسی کلام ہی زیادہ اعتنا کا مستحق تھا کیوں کہ وہ درحقیقت فارسی کے شاعر تھے۔ اردو میں وہ بطور تفنن طبع کے شعر کہا کرتے تھے۔ ذوقؔ ان کے دادا ان کو اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں فکر شعر کرتے ہوئے دیکھ کر منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی ایک زبان کو اختیار کرو کیوں کہ یکا یکّا ہوتا ہے۔

الغرض مولوی عبدالواجد صاحب کے انتقال کے بعد یہ ذخیرہ میرے حوالہ ہوا۔ میرے پاس بھی تقریباً ۱۴-۱۵ برس پڑا رہا۔ اضلاع کے قیام اور عدالتی کام کے انہماک کی وجہ سے مجھے اس کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ سچ پوچھئے تو "کل امر مرہون باوقاتہ"۔ چند دن پہلے جب میں اپنے پاس کے قلمی مسودات کو دیکھ رہا تھا تو یہ مجموعۂ پریشان بھی میری نظر سے گزرا اور مجھے خیال ہوا کہ "کیف ما اتفق" اس کو مرتب کرکے شائع کردینا چاہیئے تاکہ حضرت عشقؔ کی یادگار باقی رہے اور شعرائے دکن کے تذکرہ پڑھنے والے کو اگر ان کے کلام کے دیکھنے کا خیال ہو اور وہ اس کی نسبت بطور خود آزادانہ کوئی رائے قائم کرنا چاہے تو کچھ نہ کچھ مواد مل سکے۔ تذکروں میں جو معدودے چند انتخابی اشعار لکھے جاتے ہیں۔ وہ درحقیقت تذکرہ نویس کے ذوقِ انتخاب کے رہین منت ہوتے ہیں اور ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق کلام کا انتخاب کرتا ہے

جس سے کوئی صحیح اور مستقل رائے کسی شخص کے کلام کی نسبت نہیں قائم کیجا سکتی۔
غالباً طبیعت کی بے پروائی نے خود حضرت کو کبھی اپنے کلام کے جمع کرنے کی جانب متوجہ نہیں ہونے دیا اور اس بے پروائی اور بے توجہی کا نتیجہ تھا کہ اکثر کلام منتشر اور ضائع ہوگیا چنانچہ خود ایک جگہ کہتے ہیں۔

ناقدردان جہاں بنود کس چو من کہ من
جنسِ گراں بہائے سخن رائیگاں کنم

مدراس کے شعراء میں دو مکتب خیال کے شعراء تھے ایک تو وہ جو خیال بندوں کے پیرو اور دقت پسندی اور خیال آفرینی کو منتہائے کمال سمجھتے تھے۔ اور دوسرے وہ جو معنوی خوبیوں کے ساتھ زبان اور لطفِ بیان اور صاف گوئی کو ضروری خیال کرتے تھے۔ رونق اور مہدی واصف موخرالذکر گروہ کے ہمخیال تھے اور چونکہ حضرت عشق کی تعلیم و تربیت زیادہ تر اپنے والد کے سایۂ عاطفت میں ہوئی تھی اس لئے ان کے کلام میں زبان اور محاورہ کی چاشنی زیادہ ہے اور کلام میں پرگوئی کی وجہ سے صفائی اور روانی کا دریا موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

عشق است وکنوں گاہ گہے نائے سر دے
کو لطفِ بیانش چہ شد آں طبع روانش

باوجود اس کے وہ متاخرین کے خیال بندانہ طرز سخن گوئی سے نہ بچ سکے اس دیوان میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جو باوجود سادگی اور صفائی بیان کے مضمون و معنی کے لحاظ سے دقت پسندی اور خیال آفرینی کا اچھا خاصہ نمونہ ہیں۔ چنانچہ اس کی جانب وہ خود اپنے ان اشعار میں اشارہ فرماتے ہیں۔

زعجز فہم چہ اعجاز ہاست یاراں را — کہ بستہ اندلب سحر آفرین مرا
اگرچہ آب بود از صفائے گوہر خویش — تو نقش سنگ بداں شعر دلنشین مرا

سخن عشق بر دِگر مگو
کہ زبان برہنہ گو نیست مرا

خوں کردہ ام بسینہ دل و در دہانِ لب — زیں گونہ عشق بیں کہ چہ رنگیں بیاں کنم
گردم ہلاک فہم رسائے معاصراں — دانستہ خویش را نہ اگر بیزباں کنم

ایک اور شعر میں اور زیادہ صاف طریقہ پر اس مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں۔

مستمع سرگشتہ ہر وادئے چوں قیس باش
لیلیٰ گفتار ما را چند محمل کردہ اند

یعنی ہماری بات کو سمجھنے کے لئے سننے والے کو چاہیئے کہ وہ قیس عامری کی طرح مختلف وادیوں میں (مضمون و معنی کی) سرگردانی کرے۔ کیوں کہ ہماری لیلائے گفتار کے کئی ایک محمل ہیں۔ جب تک ان سب میں تلاش و جستجو نہ کی جائے وہ نظر نہیں آسکتی اس شعر میں معنی آفرینی اور دقت پسندی کو نہایت لطیف تمثیل میں ظاہر کیا ہے۔ محمل کا لفظ بہت پر لطف واقع ہوا ہے کہ کلام کے محمل کی جانب بھی ایہام ہوتا ہے۔ بعض وقت ایک کلام کے کئی محمل ہوتے ہیں۔ جب تک سامع کی نظر ان تمام محملوں پر نہ رہے وہ اس کی وسعت و عمومیت کو کما حقہٗ نہیں سمجھ سکتا۔

حضرت عشق کی وفات ۵ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ میں ۶۴ برس کی عمر میں ہوی۔ اور قبرستان گلباغ واقع محلہ ترپ بازار بلدۂ حیدرآباد میں تدفین عمل میں آئی۔ حضرت عشق کی پہلی بیوی خواجہ غلام حیدر ولد خواجہ منصور علی خاں کی بیٹی اور سید عبدالقادر شہید ولد سید نظام الدین بیجاپوری میر منشی و کاتب والاجاہ کی نواسی تھیں۔ خواجہ منصور علی خاں ونکٹ گیری کے نو تعلقوں کے قلعہ دار تھے اور ٹیپو سلطان کے ہنگامہ میں شہید ہوئے پہلی بیوی کے بطن سے مولوی عبدالحی صاحب وصف۔ ملا عبدالقیوم مرحوم احقر کے والد اور عبدالغنی صاحب اور دو لڑکیاں ہوئیں اور دوسری بیوی سے عبدالسلام صاحب اور ایک لڑکی ہوی جن میں سے اب کوئی بقید حیات نہیں ہیں۔

حُلیہ ولباس

حضرت کا حلیہ حضرت کے نبیرہ مولوی عبد الرب صاحب مدظلہ سے اس طرح منقول ہے:۔
رنگ سُرخ و سپید۔ ہونٹ پتلے۔ پیشانی بلند و بالا، ناک ستوان۔ قد متوسط سے کسی قدر نکلتا ہوا کاسہ سر ضخیم نحیف الجثہ۔ گرد داڑھی۔ شاہا پہنتے اور عمامہ باندھتے تھے۔ حضرت کے پایانِ عمر کے حالات کے متعلق اثنائے طبع دیوان میں مولوی عبد الرب صاحب مدظلہ نے میری استدعا پر جو تحریر روانہ کی تھی۔ اس سے ان کی خانگی زندگی اور اخلاق و عادات پر کافی روشنی پڑتی ہے اس لئے اس کا ضروری اقتباس بجنسہ علیحدہ درج کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف تذکروں میں جو کچھ حالات اور اشعار ملے وہ بھی نقل کر دئے گئے ہیں۔ اس کے بعد ہم ان کے چند انتخابی اشعار کو جو ترتیب دیوان کے وقت نظر سے گذرے درج کرتے ہیں ان میں سے بعض اشعار کی بر موقع ضروری تشریح بھی کر دی جائے گی۔ اور محاسن اشعار کی جانب بھی کہیں کہیں اشارات کر دئے جائیں گے۔

منتخب اشعار

صبر

زگردِ کلفتِ غم نیست چیں جبین مرا — کہ بر کشید بروصبر آستین مرا

شوق

بغیر سجدۂ شوقت ازاں نریزد ہیچ — ہزار بار فشانند اگر جبین مرا

عاشقانہ

زدست رفتہ دل پارہ پارہ ام بنگر — بحلقۂ حلقۂ زلفت نگین نگین مرا
چہ گویمت کہ براہ وفا چساں رفتم — دلم گرفتہ بسیار دجگر یمین مرا

اس شعر کے مصرع ثانی نے شعر میں ایک خاص شان اور کیفیت پیدا کر دی ہے کہتے ہیں کہ راہِ وفا کو میں نے اس طرح طے کیا ہے کہ جگر میرے داہنے بازو کو اور دل بائیں بازو کو تھامے ہوئے تھا۔ شعراء کے پاس تمام مصائب دل و جگر پر وارد ہوتے ہیں اور انہی کی مدد اور طاقتِ برداشت پر راہِ محبت کا طے کرنا موقوف رہتا ہے شاعرانہ تخیل نے ان کو دو اشخاص مددگار و معاون کی حیثیت دیدی جو داہنے اور بائیں شاعر کو تھامے ہوئے اس سے راہِ محبت طے کرا رہے ہیں اس میں لطف یہ ہے کہ جسمِ انسانی میں دل اور جگر کے مقام کے لحاظ سے یمین و یسار کے الفاظ بہت موزوں واقع ہوئے ہیں۔ یہ شعر حسنِ تخیل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

وفورِ گریہ

بدیدہ اشک چو قرین کردہ ام ہمی بینم — کہ تار از رگ ابر است آستین مرا

توصیف

نگر بزلف و رخ و قد و آں تنِ نازک — بہار سنبل و گل و سرو و یاسمین مرا

جدائی

بعد ازینم مکن از خویشتن اے یار جدا — بودہ آہ جدا از من و بسیار جدا

اظہارِ اشتیاق

پردہ بردار و بیا حرف بزن میکشدم — شوقِ دیدار جدا حسرتِ گفتار جدا

ان دونوں اشعار کا تغزل اور لطفِ زبان بطور خاص قابلِ ملاحظہ ہے۔

توحید و تصوف

اے مہر رخت مطلعِ انوار یقین ہا — وے سلسلۂ زلفِ تو شیرازۂ دیں ہا
اے آئینۂ سجدۂ شوقِ تو جبین ہا — وے دیدۂ مردم برہت خاک نشیں ہا

عاشقانہ

اے شادیِ عشاق کجائی خبرت نیست — در گریہ زار اند ز دردِ تو حزیں ہا
مثلِ تو ز خوباں نشنیدیم ندیدیم — بسیار بدیدیم و شنیدیم ازیں ہا
حسن است کہ کار نگہ از گوشش بگیرد — سرگشتہ بہر سوئے ز تو گوشہ نشیں ہا

یہ پوری غزل مرصع لکھی ہے۔ آخری شعر میں ایک نیا مضمون باندھا ہے۔

کہتے ہیں کہ حسن کے کرشمہ ایسے ہیں کہ "نگاہ" کا کام "گوش" سے لیا جاتا ہے اگرچہ وہ کسی کو نظر نہیں آیا لیکن اس کے اوصاف سن کر بہت سے گوشہ نشین سرگشتہ اور دیوانہ ہوگئے۔ جو بات دیکھ کر پیدا ہونی چاہئے تھی وہ محض سن کر پیدا ہوگئی "گوش" اور "گوشہ" میں صنعت تجنیس بھی ہے۔ گوشہ نشین سے زاہدانِ خلوت نشین کی طرف اشارہ ہے شعر میں بہ نسبت مجاز کے حقیقت کا پہلو غالب ہے۔

عاشقانہ

دادم دلِ صد چاک را بے بہرہ از ادراک را — آں نرگسِ بے باک را آں غمزۂ سفاک را
در ہا شادی جان من بنگر مرا در پیرہن — دارد بدستِ خویشتن زاں صبح ہم یک چاک را

مطلب یہ ہے کہ میرے چاک ہائے گریبان میں خوشی و شادمانی کا سامان پوشیدہ ہے یہ گویا فرحت و مسرت کے دروازے ہیں۔ چنانچہ صبح نے بھی ایسے ہی ایک چاک کو حاصل کرکے مسرت و انبساط کا سامان فراہم کیا ہے پو پھٹنے کو شعرا چاک گریبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ شبِ ہجران کے مصائب کا خاتمہ صبح نمودار ہونے پر ہوتا ہے۔

عاشقانہ

نازم خدنگِ شوخ سوارِ سمند را — کز سینہ ڈور کرد دلِ دردمند را
تا کامیاب چشم ز برقِ جمالِ اوست — سوز و سپند اشک علاجِ گزند را

عاشقانہ

بنگر لطافِ ابروئیش جانِ من بیتاب را ... قندیلِ دل سوزے کہ روشن میکند محراب را

پیشِ بصیرت سر بسر فرق نگاہ و آہ نیست ... تا دیدۂ مشتاق کردی ہر دلِ بیتاب را

نیا مضمون اور نئی تشبیہ ہے نگاہ کا تعلق آنکھ سے اور آہ کا دل سے ہے چونکہ دلِ بیتاب دیدۂ مشتاق بن گیا ہے اس لئے کہتے ہیں آنکھوں میں نگاہیں نہیں ہیں بلکہ دلِ بیتاب کی آہیں ہیں۔ اس طرح درحقیقت نگاہ و آہ میں کوئی فرق نہیں رہا۔

عاشقانہ

گہ موجِ دریا گشتہ ام ماتم گہے گرداب را ... بسیار کردم جستجو آں گوہرِ نایاب را

سیرم نسازد شربتے سوزد دہاں لب تشنگی ... گر لعلِ جاں بخش کسے خواہم کشیدن آب را

گر صد ملامت می کنی اثر ناشکایت نشنوی ... بر سازِ بے آوازِ ما اے جاں مزن مضراب را

عقلِ سبک سر قیمت عاجز بشد در جوشِ عشق ... آرے خسے گیرد عناں چوں تند رو سیلاب را

مذکورۃ الصدر تمام اشعار لطیف و نازک تشابیہ سے مملو ہیں۔ عام طور پر اُن کے ہاں تشبیہ و استعارہ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔

تصوّف

در ضمیرم چو جز او نیست مرا ... نفسے نیست کہ ہُو نیست مرا

عاشقانہ

پائے آں سروِ رواں چوں بوسم ... لب بکامِ لب جو نیست مرا

اخلاق

فرصتم نیست ز شکرت اے دوست ... کہ شکایت ز عدو نیست مرا

عاشقانہ

منع می کند خورشید رویش چشمِ دیدن را ... حدیثِ او نماید پر گہر گوشِ شنیدن را

من بدست دیا تا کجے نیابم ہم گل چاک کے　　چنوں دستے عطا کن جیب و دامانم دریدن را

دل افگار محو خار خار او ہمی باشد　　چہ لذت می دہد شوخی مژگانش خلیدن را

حجاب جلوۂ جاناں ز تن آسودہ بحیاں ست　　دو چشم خود تصور کردہ ام دیدن نہ دیدن را

زبس فریاد ہر دم از دل بے مدعا دارم　　چہ رنج از من شنیدن را چہ زحمت ناشنیدن را

اسیر او نیفتد ہیچ گہ در بند آزادی　　کہ دارد در گرہ ہر حلقۂ دامش رہیدن را

توانم عشق بر کردن کنوں دامان صد حسرت
کہ حرمن کردہ ام زیں باغ گلہائے نچیدن را

خیال بندانہ شعر ہے۔ ایک سلبی مضمون کو اثباتی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

عاشقانہ

برقع کسے ندید مہ و آفتاب را　　بردار اے نگار ز روئت نقاب را

مست نظارۂ تو مئے نور می کشد　　خوش طالعے کہ کرد قدح آفتاب را

بالکل نئی تشبیہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ تجھ کو نظارہ کرنے والا گویا شراب نور پی کر مست ہو گیا ہے وہ اس خوش نصیب شخص کی مانند ہے جس نے آفتاب کو قدح بنا لیا ہو۔ آفتاب کو پیالہ سے تشبیہ دیجاتی ہے معشوق کا چہرہ بھی مثل آفتاب ہوتا ہے اس کا نظارہ کرنا گویا آفتاب کو قدح بنانا اور شراب نور پینا ہے۔ تشبیہ در تشبیہ نے اس شعر میں خاص لطف پیدا کر دیا ہے۔

تصوف

نزاز نور تو بینم چو شد بیکار چشم من　　ز پیش روئے من ایں پردہ ہا ماسوائے بکشا

ز سودایت جہاں شد نار بر مردم سرت گردم　　بکن یک جلوۂ شوخی و بخت دیدہ را بکشا

اس شعر کو الفاظ مناسب کے اجتماع نے اعلیٰ مراتب بلاغت پر پہنچا دیا ہے مضمون کے لحاظ سے بھی شعر نوادر افکار میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ اس میں قدرت کی اس فیاضی کی طرف اشارہ ہے جس کی طلب میں بعض اوقات سارا جہان انسان پر تیرہ و تار ہو جاتا ہے

کہ یکایک برقِ تجلی چمکتی اور تاریکی نور سے اور تکلیف و مصیبت راحت و سرور سے بدل جاتی ہے۔

عاشقانہ

تغافل بندہائے بیقراری ہائے من تا کے　　گریزاں صبر تا گرد درہِ جور و جفا بکشا

اخلاق و تصوف

نگاہِ رحمت او چارۂ درد دلم داند　　نسیم صبح را گفتش چہ حاجت غنچہ ہا بکشا

عاشقانہ

شرمندۂ نیاز کنم ناز یار را　　تا پرسشے کند منِ زار و نزار را

بے ثباتیِ دُنیا

دانم بپا نہ پایۂ ایں زندگی بود　　ایں سقف بے ستون نہ سزد اعتبار را

عاشقانہ

در سوزِ عشق بسکہ بود زندگیٔ دل　　ز آتش جدا مساز دمے ایں شرار را

زلف در ریش نگر و دل ز مذاہب بردار　　کافر زلف بشو جز رخش ایمان مطلب

زلف کو مذاہب سے اور رخسار کو ایمان سے تشبیہ دی ہے۔ زلف کا لازمہ پریشانی ہے اسی طرح مذاہب کی کثرت اور فرقہ بندیاں انسان کے یقین کو متزلزل کر دیتی ہیں۔ اس لئے شاعر اس مایۂ پریشانی و افتراق کو چھوڑ کر حصول ایمان کی جانب متوجہ ہونے کا مشورہ دیتا ہے اس وسیع مضمون کو "کافر زلف بشو" اور "جز رخش ایمان مطلب" جیسے مختصر جملوں میں ادا کیا ہے۔

عاشقانہ

درمیاں نیست کنوں چوں سخن بوس و کنار　　دل مخواہ از من ناکام و دگر جاں مطلب

عاشقانہ

نہ تیابی بدل دارم نہ بر لب شیون است امشب
کہ زلف در ہمش اندوہ من برہم زن است امشب

کجا گنجد ز بیاری بدامان سحر آخر
گل عیش و سرور من کہ خرمن خرمن است امشب

گرفت از من کنار آں بحر خوبی تشنہ می بودم
مقرر بود گوئی از پئے بوس و کنار امشب

چہ خوش خوابیکہ بخت من بہ بیداری ہمی بیند
کہ صیاد دلِ عالم مرا باشد شکار امشب

اخلاق

کن دور گرد حرص چو باشی صفا طلب
گر می کشی چراغ دل خود ہوا طلب

بہت اچھی تشبیہہ و تمثیل ہے ۔ فرماتے ہیں اگر دل کی صفائی حاصل کرنی ہو تو حرص کے گرد و غبار کو دور کر دو اور اگر یہ مقصود نہیں ہے بلکہ اپنے دل کے چراغ کو بجھا دینا ہی چاہتے ہو تو حرص و ہوا کی پیروی کرو اس کے باعث چراغ دل خود بخود بجھ جائے گا ہوا کا لفظ ذو معنی استعمال کیا ہے ہوا کا چراغ کو بجھا دینا بدیہی الثبوت ہے ۔

اظہار مصیبت

بر سرِ فتاد بارِ بلا استخواں شکن
زنہار شرحِ آں ز منِ مبتلا طلب

تصوف

دنیا و آخرت طلبِ عام مردم است
بیگانہ شو ز خلق و مراد سے جدا طلب

عاشقانہ

عہد ہائے تو یاد باد ترا
آنچہ تو گفتۂ مرا یاد است

بندِ زلفش دراز دید و بخود
دل گماں می برد کہ آزاد است

یہ دونوں شعر سہل ممتنع ہیں ۔ موخر الذکر شعر میں ایک وسیع مضمون کو چند مختصر الفاظ میں ظاہر کیا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ دل نے اس کی زلف کی بندھنوں کو دراز دیکھکر

بجائے خود یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ آزاد ہے حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے پرندہ کے پاؤں میں جب لامبی ڈوری باندھی جاتی ہے تو وہ خیال کرنے لگتا ہے کہ آزاد ہے اور اُڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اس کو بہت جلد معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بدستور گرفتار ہے یہی حالت دل کی بھی ہے۔

عاشقانہ

روپوش منو یار کہ در خواب خیالت | صد بار بدیدیم و ترا ہیچ خبر نیست
بیچارہ من دیشم ترحم چہ تواں کرد | بستند مرا بر تو چو مردم چہ تواں کرد
از گریہ مرا چارہ نباشد بفراقت | بے مہر تو دید جلوہ انجم چہ تواں کرد

اس شعر میں اشکوں کو انجم سے اور معشوق کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے جس طرح آفتاب چھپ جاتا ہے تو تارے نکل آتے ہیں۔ اسی طرح تیرے فراق میں بلا قصد و ارادہ میرے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

عاشقانہ

صد خواہش دل تا بلبم آمد و برگشت | نے صبر و نہ یارائے تکلم چہ تواں کرد
بیزار ز انصاف چو شد یار ستمگار | خاموش نشینیم تظلم چہ تواں کرد
جور است و جفا شیوہ خوباں دل آزار | بالطبع چنیں اند تحکم چہ تواں کرد
آمد کہ برد دل ز ادب ہیچ نہ گفتم | دستے کہ بدل داشتم پیش دہن شد

نہایت لطیف پیرایۂ بیان ہے مضمون یہ ہے کہ وہ جب دل لینے کے لئے آیا تو میں بوجہ ادب کچھ کہہ نہ سکا جو ہاتھ دل کو تھامے ہوئے تھا۔ اس نے میرے منہ کو بند کر دیا۔ اضطرار اور مجبوری کی کیفیت کو اس سے بہتر طریقہ پر نہیں بیان کیا جا سکتا

باشد بدلم آنچہ مرا در زبان است | در شکل زبان لخت دل من بدہن شد

زبان اور دل کی موافقت کی یہ ایک بہترین تمثیل ہے

عاشقانہ

می توان آسان رفو کردن دلِ صد چاک را
زان نگہ گر رشتہ و سوزن ز مژگاں می رسد

نہایت بدیع تشبیہ ہے اور پھر معنًا واقعہ کے مطابق بھی ہے۔

تصوّف واخلاق

کشتیٔ امید را صد رخنہ بیم ست و باز
بر کنارِ عفوِ تو از بحرِ عصیاں می رسد

کہتے ہیں کہ امید کی کشتی میں اگرچہ خوف سے کئی رخنہ پڑ گئے ہیں لیکن گناہوں کا دریا اس کو عفو کے کنارے پہنچا ہی دیتا ہے۔

عاشقانہ

گرمیٔ ہنگامۂ پروانہ یک سر سوختند
تا نگاہِ شوق ما را شمعِ محفل کردہ اند

سالکاں را مایۂ آرام شد سرگشتگی (تصوف)
جادۂ دشتِ طلب گوئی کہ منزل کردہ اند

عاشقانہ

با نالۂ جاں سوز بگوشش گزر افتاد
چوں شمع مرا شعلہ رفیقِ سفر افتاد

در بزم چو بر جام شرابم نظر افتاد
چشمِ تو بیاد آمد و شوخم ز سر افتاد

عشقت ہمیں پیر و جواں را اثر افتاد
ایں آتشِ تیز ست کہ در خشک و تر افتاد

از گریہ و زاریٔ شب و روز چہ حاصل
در عشق کسے کار چہ با زور و زر افتاد

بر نامدہ یک رز و ریش زاں لبِ شیریں
شوریدہ دلِ من با امید دگر افتاد

حیرانِ جمالِ تو نداند کہ دراں لطف
دل از نظرش یا کہ نظر بے خبر افتاد

نالاں بنا امیدی در ہجرِ او چہ باشم
زیں گونہ صد مصیبت چوں خاک نہ زاد باشد

از صبر افزائے آہ ہر چند چارہ جستم
در درد دلے کہ دارم در اشتداد باشد

تا صبح بے نوائیہا تا روز تر بسوزم
بر آتشِ درونم حرفِ تو یاد باشد

سرِ موئے ز پیچ و تاب لفا و نفہمد دل · بیاں چنداں پریشاں شد کہ مطلب از بیاں گم شد

مطلب یہ ہے کہ دل نے اس کی زلف کے پیچ و تاب کی تشریح کرنی چاہی لیکن اس کا بیان اس قدر پریشان ہو گیا کہ مطلب ہی درمیان سے گم ہو گیا۔ اس شعر کو حقیقت اور ظاہر دونوں پر محمول کیا جا سکتا ہے

بسانِ شمع روشن جانِ من باشد زبانِ من · زبانِ من اگر گم شد یقیں دانید جاں گم شد

زمن باقی ہمیں بود و سگش را جستجو کردم · کفِ خاکِ پریشاں گشت و مشتِ استخواں گم شد

بہ سنگِ ملامت از سبک مغزاں ہمی باشد · تحمل بود دگر مارا دریں بار گراں گم شد

یعنے کم سمجھ لوگ موقع و محل کو نہیں دیکھتے۔ ملامت شروع کر دیتے ہیں ایسے وقت بردبار سے بردبار اشخاص بھی اپنے تحمل کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں یہ غزل نظیری کی مشہور غزل پر لکھی ہے۔ اس میں ایسے اشعار کا نکالنا ایک پختہ مشق اور لطیف الطبع شاعر ہی کا کام ہے۔

مرا دل غیرتِ پروانہ دادند · ز سوز او ترا پروانہ دادند

دوائے دردِ من غربت شد آخر · کہ زحمت بیش ازیں بخانہ دادند

نشد کوتاہ و عمر آمد بپایاں · بیا دما عجب افسانہ دادند

بحشنِ حسن آب و دانہ دادند · فریبت اے دلِ فرزانہ دادند

چہ می پرسی زحالِ عاشقانش · دل و جاں در رہش مردانہ دادند

دلم کشتیٔ بحر آشنائی · کہ سکاں در کفِ بیگانہ دادند

زحق مہرِ بتاں خواہم کہ از دل · مرا ہم کعبہ ہم بتخانہ دادند

قرعۂ فالِ من کنوں وہ چہ فلک بکام زد · ناز مکن بیا بگو با کہ شدی قسم نام زد

شکر گزارِ سامعاں چوں شوند بہر آں · حرفِ خامشی بہت باہمہ لا کلام زد

مہر سپہر بے ثبات آئینہ دار آفتاب · صبح اگر نواختہ و بر سرِ خاک شام زد

پیک صبا جز آہ سرد از تو حکایتے نہ کرد — آتش ناز در دلم آہ ازیں پیام زد

اے کہ بامن نامزد گشتی بعالم ہوشدار — تا نگردی در جہاں بدنام و رسوائے دگر

چوں شود انجام کار عشق یار سنگدل — من یکے بے صبر و دل ہم ناشکیبائے دگر

گل بجائے خار و بلبل زار باشد در چمن — رفت او بہر تماشا شد تماشائے دگر

راہ او مشکل گزار و من ہمیں سرگرم شوق — یا بہا دم رفت طاقت چوں نہم پائے دگر

یارب ترحمے بدل سخت یار بخش — یا صبر وافرے بمن بیقرار بخش

دردی غصہ صاف طرب ہرچہ میدہی — ساقی ز دست تست مرا خوشگوار بخش

یہ اشعار بلحاظ سلاست اور لطف زبان کے خاص طور پر قابل ملاحظہ ہیں

از پائے فگندست مرا شوق رفاقت — بے سایہ خدایا نشود سرور دانش

معراج من دل شدہ اے چرخ ہمین ست — رفتم اگر از پائے بیفتم بزبانش

نہایت بلیغ شعر کہا ہے۔ شاعر آسمان کو خطاب کرکے کہتا ہے کہ میرے لئے یہی معراج کافی ہے کہ میں اس کی محبت کی راہ میں اس طرح لڑکھڑا کر گروں کہ میرا ذکر اس کی زبان پر آجائے۔

چرخ کا لفظ اور ز پا افتادن اور بزبان افتادن کا تقابل اور اس سے معراج کے مضمون کا استنباط نزاکت خیال اور بلاغت کی اعلیٰ مثال ہے۔

زخمم چو کند شکوۂ لب تشنگی از تو — از تیر دگر باز تواں بست دہانش

یہ شعر بھی تغزل کا بہترین نمونہ ہے کہتے ہیں کہ اگر میرا زخم تجھ سے لب تشنگی کی شکایت کرے تو اس کا علاج بہت آسان ہے۔ ایک تیر اور لگا کر اس کا منہ بند کردے

شاعر نے مشق و ستم میں معشوق کی کوتاہ دستی اور اپنے حریص لذت آزار ہونے کو نہایت لطیف پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔

آخر چہ گومیت کہ چہ بر من رود بہ ہجر — ہرگز نگفتہ ام چو دمے ہم ندیم خویش

کہتے ہیں کہ ہجر میں جو کچھ مجھ پر گذری اس کو کیونکر بیان کر سکتا ہوں جب کہ مجھے ایک لحظہ بھی اس کی فرصت نہیں ملی کہ میں اپنی حالت پر غور کرتا اور اس کو سمجھ سکتا۔ اس وسیع مضمون کو "ندیم خویش" دو مختصر لفظوں میں ادا کیا ہے۔

عین الیقین ز روئے تو ما را نصیب نیست ۔۔۔ تا کے بسر بریم با مید و بیم خویش

اس شعر میں مجاز سے زیادہ حقیقت کا پہلو غالب ہے۔ کہتے ہیں۔ تو نے اپنے رخ تاباں کا جلوہ دکھا کر ہم کو عین الیقین کے رتبہ پر ابھی تک نہیں پہنچایا ہے آخر کب تک ہم اس امید و بیم کی حالت میں بسر کریں۔ ایمان خوف و رجا کی درمیانی حالت کا نام ہے۔ لیکن سالک اس حالت پر قانع اور اس مقام پر ٹھیرے رہنا نہیں چاہتا بلکہ عین الیقین کے درجہ پر پہنچنا اور "لو کشف الغطاء لما ازددت یقیناً" کی کیفیت حاصل کرنے کے لئے بیچین رہتا ہے۔

اے عشق دیدہ کہ جہانی نمودہ ام

حیران تندرستی نکر سقیم خویش

شب زلفش کہ ہر دم با دشیم جلوہ اندودش ۔۔۔ سر خورشید حسن آمد فرود در ظل ممدودش

لب لعلش کہ خط سبز دارد مشک آلودش ۔۔۔ فغان زیں آتش خاموش عالم سوز پر دودش

بدل گرد غم دوراں بلائے بود اے ساقی ۔۔۔ ز لطف تو مئے روشن ازیں آئینہ بزدودش

رخش در سادگی سوز دل و جان انمیدانم ۔۔۔ چہ خواہد کرد ایں آتش نمایاں چوں شود دودش

تاثیر گرم آہ سحر آزمودہ ایم ۔۔۔ تا پردہ ز آفتاب رخ او کشودہ ایم

داریم چشم عفو خطائے چو رفتہ است ۔۔۔ با خود نہ بودہ ایم اگر با تو بودہ ایم

نازم بہ ضعف خویش کہ اندر ہوائے عشق ۔۔۔ پرواز ہا بسوئے تو بے بال و پر کنم

تا کے دراز روئے تو یک دم نظر کنم ۔۔۔ بگذار تا بروئے تو یک دم نظر کنم

از سوز دل چو قصۂ شوق تو سر کنم ۔۔۔ در خامہ جائے حرف سراسر شرر کنم

حسن چون عشق چه در بندِ حیا می بینم   چشمِ جانان و لبِ خویش نه دامی بینم
چشمِ هر حلقه که در زلف رسا می بینم   در تماشائے رخت رو بقفا می بینم
کس ندیدست و مبادا که به بیند گاهے   آنچه از دیدهٔ مشتاق بشما می بینم

آسوده نگردم نه ز رفتار نشینم   تا آنکه بخویش آیم و با یار نشینم
انگشت نما میکندم مشعلِ آهم   گر بر رهِ تو هم به شبِ تار نشینم
عیشِ دگران را بکنم از چه منغص   هر جا که روم با دلِ افگار نشینم

گشتم غبارِ خاطرِ یوسف جمالِ خویش   گردے نیم که پیرویٔ کاروان کنم
لطف و غضب بود گلِ رعنائے باغِ حسن   نظارهٔ بهار زخوش این و آن کنم
گر چشمِ یار می کند امداد گردشے   ایدل تلافیٔ ستمِ آسمان کنم
در گردِ راه منزلِ مقصود گم شدست   یارب چه فکر غارتِ این کاروان کنم

غیرت و رشک

از رشکِ نقشِ پائے چو پر داغ شد دلم   چندان طپیم که راه ترا بے نشان کنم

عاشقانه

ایکه گفتی که منت روئے بدیدن ندهم   گوش کن من بخود این حرف شنیدن ندهم
تا پریشان نشود بوئے هواداریٔ من   باد در کوچهٔ آن زلف وزیدن ندهم
گو بیالائے بخون دلِ من پنجهٔ خویش   پشتِ آن دست نگارینش گزیدن ندهم

بر وعدهٔ تو بود چه دار و مدارِ من   کس را نماند هیچ دگر اعتبارِ من
از بهرِ من چنانکه تو هستی بکارِ خویش   من نیز هم برائے تو باشم بکارِ من
با قربِ معنوی چه بود بُعدِ ظاهری   از من کنار گیر و بیا در کنارِ من
عمریست گرچه مست بے هوش بوده‌ام   بشکست چشمِ او بنگاهے خمارِ من
چندان سبک شدم که برفتم ز خاطرش (ضعف و ناتوانی)   ضعفم گرفت عاقبت کار بارِ من

امیدِ استوارِ من و عہدِ سست او — برخود گذاشتند سراسر مدارِ من

امیدواری

در عرضِ آرزو نہ کنم عشق کو تہی — باشد شود قبول یکے از ہزارِ من

تاثیرِ شعر کی وجہ

آویزۂ گوشِ دل و جاں شعرِ ترِ من — کز بحرِ غمِ عشقِ تو خیزد گہرِ من

ثبات و استقلال

با ایں ہمہ وارفتگی از جائے نرفتم — گوئی کہ مقام ست بمنزل سفرِ من

محبت کی عالمگیری

مہر از دلِ او رفت و گرفت ست بعالم — از سنگ در آئینہ بیاید شررِ من

ناکامی

از نیم نگاہے نکشادی گرہِ دل — بربستہ تشنۂ آرزوئے ایں قدرِ من

تخیل

عمرے ست غم سر گرفت ست سرِ خویش — باشد بگریبانِ خیالِ تو سرِ من

تاثیرِ عشق

عشقش چہ اثر دادہ زبان و سخنم را — آں شعلۂ من باشد و ایں شد شررِ من
بنگر کہ رخِ خوبِ تو دیدن نتوانم — چوں دست زیاہم بفشاند نظرِ من
ہرگز نہ رسد باہمہ جہد یکے کہ نمودم — بر پائے چو سیمِ تو رخِ ہمچو زرِ من
دائم بہ تماشائے گلستانِ خلیل است — از داغِ جفائے تو دلِ دیدہ ورِ من
سرگشتۂ دورِ فلکِ شعبدہ بازم — آغاز سے وانجام ندارد سفرِ من
مانند چراغیکہ بسوزند ز آتش — شمعِ رہِ شوقِ تو بود چشمِ ترِ من
در منزلِ دیوانگی و دشتِ خودیم — جز من بنود ہیچ کسے راہبرِ من

جز اختر تابندۂ بختم کہ نماید — یک رنگیٔ آئینۂ ز شام و سحر من

از جز بہ خاک رہِ الفت چہ بگویم — پس تر بفکند ہر قدم پیشتر من

برگشتم آخر شکند نخوت و نازش — در دست شکست ست ہما ناظفر من

پیچیدہ بود عشق رہِ قطع تعلق — کو راہبرے تا بشود راہبر من

گرہ با زلفِ او چوں رشتۂ جاں میتواں کردن — بدل جمعی خیالاتِ پریشاں میتواں کردن

مطلب یہ ہے کہ اس کی زلف سے وہی تعلق ہے جو جسم کو جان کے ساتھ ہے اگرچہ یہ تکلیف و پریشانی سے خالی نہیں لیکن انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ دلجمعی کی حالت میں بھی پریشاں خیالی سے باز نہیں رہتا۔ اور اس کو چین سے بیٹھنے میں مزا نہیں آتا۔

جنوں بندِ نقابِ یار خنداں میتواں کردن — چہ در ہا از یک چاکِ گریباں میتواں کردن

یعنی بندِ نقابِ یار کی گرہ اگر کھل سکتی ہے تو دستِ جنوں ہی سے کھل سکتی ہے اور اس کو اس کے خنداں ہونے سے تعبیر کیا ہے۔ کیوں کہ مجنوں کو دیکھ کر ہنسی اڑائی جاتی ہے کہتے ہیں کہ ایک چاکِ گریباں سے جو دستِ جنوں کا رہینِ منت ہے۔ کیسے کیسے فتوحات حاصل ہوئے۔ اور کتنے خوشی و مسرت کے دروازے کھل گئے ہیں۔

نظر زنجیرِ دل۔ در گوشۂ چشم تو زنداں — از یں بہ بے سروپا را چہ ساماں میتواں کردن

دل جیسے بے سروپا مجنوں و لایعقل کے لئے اس سے بہتر اور سامان کیا کیا جا سکتا ہے کہ تیری نظر کو اس کی زنجیر اور تیرے گوشۂ چشم کو اس کا قید خانہ بنایا جائے۔

بباغ سینۂ پر داغ چشمِ خونفشاں ریزد — شرر ہائے کہ از شبنم بہ بستاں میتواں کردن

تشبیہ کے لحاظ سے نہایت بدیع شعر کہا ہے۔ سینہ پر داغ کو باغ سے آنکھ کی خونفشانی کو شبنم سے۔ اور شبنم کو شراروں سے تشبیہ دے کر یہ مضمون پیدا کیا ہے کہ جو کام شبنم کے شرارے باغ میں کرتے ہیں۔ یعنی رنگ برنگ کے پھول کھلاتے ہیں۔

وہی کام میری آنکھوں کی خونفشانی میرے سینوں کے داغوں کے لئے کرتی ہے۔

تاثیرِ گریہ

نماید گریۂ ما نیز گر نیرنگ تاثیرے — گلِ صد کام در داماں حرماں میتواں کردن

پشیمانی

دلا زیں شکوۂ بیداد و ستر یا دجفا بگزر — پشیماں گر شوی او را پشیماں میتواں کردن
ز آہ گرمِ ما سوزد دلِ خود آن بتِ کافر — بلے ایں شعلہ را در سنگِ پنہاں میتواں کردن

عاشقانہ

بہوائے آہ سرد م دلِ بے نوا نشستہ — چہ خوش ست غنچۂ کو برہِ صبا نشستہ
جرسِ رہ ادب ہا بترانۂ خموشی — گرہے بشد فغان و بگلوئے ما نشستہ
پئے دیدنم بیا زد و مگو کہ آفتاب ست — تو سوار شو کہ او ہم شود از حیا نشستہ
بکشا ز بند بندش گرہے ز کارِ ما تیز — کہ تکلف تو دل تنگ ہمہ در قبا نشستہ
شدہ طبیبِ لہا نظرے بہ عشقِ حیراں — کہ بدرد بید وا زاں لبِ جانفزا نشستہ

تغزل کے لحاظ سے یہ غزل بہترین کہی جاسکتی ہے۔

عاشقانہ

تمام خواہشِ دل را بیک ادا کردی — چگوئمت کہ چہ بر جان مبتلا کردی
دوائے عشقِ وصال و ندید منت پرہیز — تو زہر ہجر چشاندی مرا خطا کردی
ہنوز کشتۂ بیدادِ خنجرِ نازم — تدارکے کہ نمت گفتی و کجا کردی
پر زورِ ناتوانی کو آبِ ارغوانی — باز آیدم جوانی ساقی چو مہربانی

بیزبانی

مقصود ہا نہانی انکار ہا عیانی — ماییم و بیزبانی یا رست و خوش بیانی
من حسنِ ظن فزودم در خدمت تو کم کم — آخر یقین شدایم بسیار بدگمانی

از گریہ خاک بر سر ایں آبرو کنی   خوش باشد آب تازہ رواں گر بجو کنی
بکشائے دیدہ جز بہ رخ دوست زینہار   ایں چاک را بسوزن مژگاں رفو کنی

ذیل میں ان کے چند منتخب اردو اشعار بھی درج کئے جاتے ہیں تاکہ اردو میں ان کی طرز سخن گوئی اور طبیعت کی جولانی کا اور اس زمانہ کی زبان کا کسی قدر اندازہ ہو سکے۔

راہِ طلب میں گرم روی وہ کہاں ہے اب   منت غبار اپنا یہیں کارواں ہے اب
دل جا چکا تو سوزش آہ و فغاں ہے   آتش تو بجھ گئی پہ نکلتا دھواں ہے اب

کیا فائدہ میری جستجو کا   کھویا میں گیا ہوں اس کو پا کر
مجلس میں ذلیل ہم نہ ہوتے   دیتے نہ اٹھا جو تم بٹھا کر
سنتا نہیں میری میں سنوں کیوں   جو چاہے سو تو مجھے کہا کر

دوریٔ اہلِ نظر مانعِ نظارہ نہیں   آئینہ ہے کہ ترا محوِ تماشا میں ہوں
دل اگر سرد ہوا داغ کے مرجھانے سے   عشق کہتا ہے نہ کھا غم چمن آرا میں ہوں
قابلِ دید ہے یہ جوششِ بہارِ تازہ   گل ہے سودا ترا اور بلبل گویا میں ہوں
توڑ کر عہد کبھی تم نہ پشیمان ہوئے   سر سے لے تا بقدم شرم تقاضا میں ہوں
کیا کہوں کس سے کہوں کون ہے ستائے عشق   بزم میں ہوں بھی اگر جان کہ تنہا میں ہوں

کیا شوق بوسہ لب ساقی ہے دیکھئے   کب مثل جام بادہ مرے لب پہ جاں نہیں
ظاہر ہوئی کشش نہ نمایاں ہوا ہے زخم   غمزہ نہیں ہے تیر و ابرو کماں نہیں
غم تیرا کیا بسا دلِ خانہ خراب میں   دل جسم میں نہیں ہے مرے دل میں جا نہیں
غم تیرا تیرے آنے سے دل سے نکل گیا   سچ کہتے ہیں کہ عیش و خوشی جاوداں نہیں
آرام کے خیال کا دل پر جو ہو گذر   کہتا ہے درد دور کہ خالی مکاں نہیں

ہوائے شوق میں اڑتی ہے حسرتِ پرواز   جو بند ہوں میں قفس میں تو کیا کروں پر کو

سبھی ہیں بزم میں غش کس ادا سے چلتا ہے — ملے جو ہاتھ سے ساقی کے پاؤں ساغر کو
بروز حشر بہت گرم ہو رہے خورشید — کروں گا چادر سر اپنے دامن تر کو

تمہارے دیکھنے کا شوق ان کو یہ ہوا دیکھو — کہ جان و دل ہمارے دونوں آپ آنکھوں میں آ ٹھہرے
نہ جا سکتے ہیں ساتھ ان کے نہ ان کو روک سکتے ہیں — الٰہی کی مہربانی ہے جو ہم بیدست و پا ٹھہرے
دلِ خونیں ہمارا ابھی کر دیا پامال احساں ہے — عبث تم دستگیر طائرِ رنگِ حنا ٹھہرے
اسی خواہش میں اے گل دمبدم بیخود قفس میں تھے — کہ ہم بھی بھیجیں کچھ پیغام گر پیکِ صبا ٹھہرے
طریقِ عشق کے سب سالکوں کو میں نے دیکھا ہے — گئے چل ابتدا میں کچھ تو پھر کچھ انتہا ٹھہرے

چہرۂ تاباں کو اس کے مے سے روشن دیکھیے — آتش آتش کے لئے ہوتی ہے روغن دیکھیے
محتسب سے بڑھ کے میں ہوں شربِ دشمن دیکھیے — طوق میرا ہاتھ اور مینا کی گردن دیکھیے

آخیر میں میں اپنے دوست مولوی عمر الیافعی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن کے اہتمام اور نگرانی میں یہ دیوان طبع ہوا۔ بعض ضروری نوٹس بھی چند مقامات پر تحریر فرما کر صاحب موصوف نے مجھ کو ممنون فرمایا اور کاپیوں کی تصحیح میں بیش بہا مدد دی ہے۔ والسلام

محمد عبدالباسط
عثمان پورہ حیدرآباد دکن
۱۶ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ

حضرتِ عشق کی زندگی

کے

کچھ حالات

راقم الحروف نے بوقت ترتیب دیوان مولوی عبد الرب صاحب مدظلہٗ نبسۂ حضرت موصوف سے اپنے ایک خانگی خط میں درخواست کی تھی کہ وہ حضرت عشق کے چشم دید حالات سے مطلع فرمائیں تاکہ ان کو دیباچہ میں درج کر دیا جائے۔ صاحب موصوف نے اس کے جواب میں جو حالات تحریر فرما کر بھیجے ہیں وہ حضرت عشق کے پایان عمر کے حالات کی ایک بے نقاب تصویر ہے اسلئے بجنسہ اس کو درج ذیل کیا جاتا ہے۔ غالباً اس کا مطالعہ ناظرین دیوان کے لئے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

چند روز پہلے آپ نے فرمائش کی تھی کہ ہمارے نانا جعل الجنۃ ماواہ کے کچھ حالات لکھ بھیجوں۔ خط دیکھ کر میں سوچتا رہا کہ کیا لکھوں۔ ان کی رحلت کے وقت میں طفل چہاردہ سالہ تھا۔ ان کی زندگی میں کوئی ایسی خاص بات نہ تھی جو سپرد قلم ہو سکے سوائے اس کے کہ چٹائی پر بیٹھتے تھے۔ قالین شطرنجی نصیب نہ تھی۔ نہ کبھی اس کا ان کو خیال آیا۔ کھانا اچھا کھانا جانتے تھے۔ اچھا کھانا کبھی میسر نہ آیا۔ طبیب حاذق تھے۔ ہاتھ میں شفا تھی۔ لوگ معتقد تھے۔ میٹھے حلوے لوز وغیرہ بعض لوگ بھیجا کرتے تھے۔ کھانے والے بہت تھے۔ سب سے بڑے حقدار اور ممتاز حقدار ہم تھے۔ زیادہ حصہ ہمارے پیٹ میں جاتا تھا۔ میٹھے کھاتے تھے۔ اور انکی گود اور سینہ پر سوتے تھے۔ پوری ناز برداری ہماری ہوتی تھی .... یہ بھی کم عمر تھے مگر افضلیت اور فوقیت ہم کو حاصل تھی۔ ماہوار ۲۲۷ روپیہ وظیفہ ملتا تھا ....

اور گھر کی کئی چھوکریاں چھوکرے سب اسی وظیفہ میں پرورش پاتے تھے۔ بڑے دیگچہ میں موٹے چاول کا خشکہ دالچہ اور ایک ترکاری سالن پکتا تھا عرصہ تک .... بھی نہیں پرورش پاتے تھے باہر ہمیشہ دو تین مہمان رہتے تھے۔ پہلے کرایہ کے مکانوں میں رہتے تھے۔ آخری زمانہ میں موڑ خانہ (بیرون دروازہ چادر گھاٹ) کا مکان عبدالحی صاحب (فرزند اکبر) نے سات سو روپیہ میں کالانی سے خرید اتھا۔ جو نہایت مختصر تھا۔ پہننے کو کپڑے زاید نہ تھے۔ سات آٹھ پاجامہ۔ کرتے۔ تین چار شیروانیاں سفید جن کو "انتری" کہتے تھے اور چھلواری کے تین چار رشاہیہ تین چار موٹے ململ کے عمامے تھے۔ بریلی کا صرف ایک چڑھاویں جوتا تھا باقی خیریت۔ کھیریل کے مکان میں عمر گذاردی۔ ۲۴ گھنٹہ شطرنج کا تختہ بچھا رہتا تھا۔ آٹھ آٹھ روز مسلسل بازی چلتی رہتی تھی۔ سید ابراہیم صاحب عفو کے والد پیر ایک ایک مہینہ شطرنج کھیلنے کے لئے مہمان رہتے تھے نواب اسدعلی خاں معروف بہ اسد میاں صاحب .... دو دو ہفتے صحبت میں رہتے تھے۔ اپنے گھر سے کھانا منگا کر کھاتے تھے۔ امیر اللہ صاحب آمیر اور عباس علی خاں صاحب بھی اکثر شریک شطرنج رہتے تھے۔ اسی انہماک میں مطب گرم رہتا تھا کوئی آکے کہتا کہ بیگم صاحبہ کو رات بھر بخار رہا تو سو بار شطرنج کے تختہ پر نظر جما کر کہتے رہتے کہ "بیگم صاحب کو رات بھر بخار رہا، بیگم صاحب کو رات بھر بخار رہا" کوئی کہتا کہ حضرت "کھانسی چین لینے نہیں دیتی تو حکیم صاحب بھی فرماتے چلے جاتے۔ کہ "کھانسی چین لینے نہیں دیتی" پھر نسخہ ارشاد ہوتا تو جمال جو کمپونڈر تھا دوا بنا دیتا۔ ایسی حالت میں پچاسوں شیشے قاروروں کے دیکھتے اور نبض بھی دیکھتے مگر نظر تختہ پر رہتی دوا بھی ایسی تجویز ہوتی جو تیر بہدف ہو۔

مرزا سالک کے پاس کبھی مشاعرہ ہوتا۔ کبھی بنسی راجہ کے فرزند کے پاس تو شطرنج سے فارغ ہو کر غزل بھی لکھا کرتے۔ آخری زمانے میں خطاطی کا شوق پیدا ہوا تو زرّین رقم خاں مدراسی کے شاگرد ہیئے۔ استاد صاحب شاگرد صاحب کا

ادب و احترام کرتے خود ہر دوسرے چوتھے روز گھر پر آکر اصلاح دیتے۔ فلش کیپ کے بیسیوں ریم مشق میں سیاہ و سُرخ ہوتے۔ خط بھی بہت درست ہو گیا تھا، نانا صاحب کا چھیل کر دیا ہوا بروکا قلم اب تک تبرکاً میرے پاس ہے۔

اس اثناء میں فارسی کے بعض رسالے اور کتب مجھ کو پڑھاتے بھی تھے اور ازبر کراتے تھے مثل کوکب دری وغیرہ۔ شطرنج سے فرصت ملی تو اقربا اور احباب کی نداوی اور عیادت کو بھی پیدل جاتے تھے۔ ہرّاج سے بیکار چیزیں کثیر مقدار میں خرید کرلاتے۔ وہ ہراج خانوں کے دو مالک انگریز تھے روپیہ کے لئے ہمیشہ تقاضا رہتا۔

نواب مختار الملک کے پاس قدر و عزت تھی نواب صاحب کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا۔ رات کے ۸ بجے نواب صاحب کا انتقال ہوا۔ دس بجے رات کو ڈیوڑھی سے گھر آئے ہماری نانی نے پوچھا (کھانا کاڑوں) تو کہنے لگے کہ کھانا دینے والا چلا گیا میں کیا کھاؤں۔ ویسے ہی سو گئے۔ میں بھی ان کی گود میں سو گیا۔ غرض حرص و لالچ دنیا کے مال و منال کا کبھی خیال تک نہ آیا نہ اچھے مکان میں رہنے۔ نہ فرش فروش پر بیٹھنے کا کبھی خیال ہوا۔ امیر غریب جو ملاقات کو آتا چٹائی پر بیٹھتا۔ مزاج میں ظرافت بہت تھی ملاقات سے لطف اندوز اور معالجہ سے صحت یاب ہو کر جاتا۔ دنیا میں ایسی زندگی بسر کی جیسے کوئی مسافر سرائے میں چند گھنٹہ سستا کر چل کھڑا ہوتا ہے۔ دن میں کئی بار چائے بنتی اور حقہ اور چپاتو منہ سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا۔ سید صاحب[۱] مرحوم کہتے تھے کہ منطق میں بڑا دخل تھا۔ دارالعلوم کے اساتذہ کی تفہیم سے تشفی نہ ہوتی تو وہ صاحب[۲] کے پاس آکر مسائل کو

---

[۱]: ۔ سید احمد صاحب ان کا نام تھا مدراس کے سادات نجیب الطرفین سے تھے۔ عمر بھر طالب علمی کرتے رہے۔ اطلبوا العلم من المھد الی اللحد۔ کے پورے پورے مصداق تھے فلسفہ و منطق کا بہت شوق تھا۔ اخیر زمانہ میں مولوی سید در الدین صاحب مرحوم کے شاگرد بھی ہوئے تھے [۲]: حضرت کو گھر میں تمام چھوٹے بڑے "صابو" (مخفف صاحب) کے نام سے بلاتے تھے۔

نہایت تشفی بخش طریقہ سے صاف کر لیتے تھے میں اکثر دیکھتا تھا کہ مصر کی مطبوعہ حنائی کتابوں کا اکثر و بیشتر مطالعہ کرتے تھے غرض بڑی جامعیت کے بزرگ تھے.... حضرت مرحوم علاوہ انتہا درجہ کے سخی ہونے کے صبر و رضا و تسلیم کے صفات سے متصف تھے اور تکلیف کی برداشت کا پورا مادہ ان میں تھا۔ بیٹھ میں راج پھوڑا ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر بینی صاحب کے دواخانہ کو فدح کرانے کے لئے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ کلوروفارم لینے سے انکار کیا ڈاکٹر نے ایک کلدار روپیہ کے برابر دو شگاف آڑے اور کھڑے دیئے۔ کئی طشت مادہ خارج ہوا اُف تک نہ کی۔ پسینہ کے دھار جاری تھے ....“

حدیقۃ المرام فی تذکرۃ العلماء الاعلام مصنفہ

مولوی مہدی واصف ۱۲۷۹ ہجری

مطبع منظہر العجائب مدراس

صفحہ (۱۴۰) :-

مولوی عبد الباسط ابن شیخ محمد مہدی

مولف الحدیقۃ۔ شاذ کی لہ مہارۃ فی

العربیۃ والفارسیۃ والانجلیزیۃ
لاسیما فی علم الطب لہ حذاقۃ کاملۃ و
ھو نزیل میسور مضافانہا فی بعض
الاشغال لازال سالما

تذکرۂ اشارات بینش مؤلفہ سید مرتضی تخلص بینش

(۱۲۶۵ھ مطبوعہ مدراس (صفحہ ۱۳۲)

عشق تخلص عبدالباسط خلف الرشید محمد مہدی واصف است
جوان مہذب الاخلاق و سنجیدہ وضع و کتب عربیہ و فارسیہ پیش زین العابدین نامی کہ
خال اوست خواندہ و اکثر در صحبت خان عالم خاں فاروقی فیض ہا بردا شتہ
اصلاح سخن ہم از وی گیرد، غرض با وجود سرعت فکر، خوش تلاش و بلند خیال است،
اما از توغل تحصیل علوم مشق شعر کمتر میدارد از وست ؎

در چمن روزگار چوں گل شبنم زدہ
دیدۂ گریاں کشائے بر رخ خنداں صبح

دل بر دیار گریہ و زاری نمی رسد
دل زندہ است تعزیہ داری نمیرسد

طفلان مکتب اند بذکر تو مشتغل
نوبت بیاد خالق و باری نمیرسد

؎ اگر دشمن خبر دہا شد
باخبر دشمناں چہ بد باشد

کنم سررشتهٔ امید با خیاط او محکم — که سازد این دلِ مشتاق را گوئے گریبانش
ز ابروئے تو عیاں گشته اوجِ پایهٔ تیغ — رخ تو در ته آں خلد زیرِ سایهٔ تیغ
اے ز بہارِ رخ تو خجلہ را — سقف گل و در گل و دیوار گل
چیدن گل خواهی و ترسم بلے — دستِ تو بس نازک و پُر خار گل
بروزہ تیرہ ام منگر بلطف گوہرم بنگر — چو اشکِ سرمه زیاں، در غبارِ سرمه می آیم
بار کسوت برنتابد از سبک رُوحی تنم — بس بود هم چو سخن تارِ نفس پیراهنم
در غم دورا از رخت چنداں پلک را گویا — کرده ام ایں چاک را از سوزنِ مژگاں رفو
در غمِ آں خال گشتم خالی از زهد و ورع — سبحهٔ صد دانه را کردم بکارِ دانهٔ
مستانه نواسنج غمت هر دلِ تنگے — در میکده ات قلقلِ هر شیشه برنگے

تذکرهٔ گلزارِ اعظم مؤلفهٔ نواب غلام غوث خان اعظم

مطبوعه سنه ۱۲۷۲ ہجری

ص ۲۶۴

عشق:- تخلص حکیم عبدالباسط پسر مولوی محمد آصف است در سنِ یک هزار و دو صد و سی و هشت هجری در شهر مدراس از تنگنائے عدم بشاهراه وجود رسید وکتب عربیه و فارسیه بقدر ضرورت از پدر خود و حاجی زین العابدین که خال اوست و خان عالم خاں بهادر فاروقی بیندرسانید اصلاح سخن از ایشاں دارد و غزل و قصیده بکمال سرعت می نگارد و زبان انگریزی و پانزده فن طب فرنگی از مستعدان اهلِ لسان آموخته و بهرهٔ وافی اندوخته همواره بمعالجهٔ علیلاں می پردازد و اوقات خود دریں کار صرف می سازد- سرگذشت روزگار و احوال هر دیار بهر هفته یک بار بقالب طبع می آرد نامش "تیسیر الاخبار" نهاده اشتهار می دهد- قیس مزاجش در وادی

افکار بایں سوزش نالۂ عاشقانہ می کشد:- ؎

گفتم کہ "دل بروئے تو بستم"۔ بخندہ گفت — "ایں تازہ شاعریست کہ مضمون بستہ گفت"

اے نقش نام روشنت آں گونہ خوش سواد — کز حرف حرف سرمہ بچشم نگیں کشد

گرمئ عشق تو زد در دل ناشاد آتش — خانہ ام گرد چو آتش کدہ آباد آتش

صد زباں میکند از شعلۂ پرسوز بلند — از غم سوختگانست بفریاد آتش

خستۂ عشقتم و ہر چارہ گرے بد تشخیص — رنج من گفتہ دگر یک مرض و صد تشخیص

دست برداشت زمن بوعلئ نبض شناس — طلبش نبض مریض تو کند رد تشخیص

بر زلف تو حال دل شیدا کہ کند عرض — سرگشتگئ قیس بلیلی کہ کند عرض

بلب رسیدہ ز سودائے ابروت دم تیغ — دلیل قوت ضعف است قامت خم تیغ

بار کسوت برنتابد از سبک روحی تنم — بس بود ہم چوں سخن تار نفس پیراہنم

می زنم بعد شہادت دم شاہی از خوں — مشہدم راست مسخر مہ و ماہی از خوں

چشم نسوخت نشد از کشتن عشاق ملول — نشود سیر بلے مرد سپاہی از خوں

دیدہ بیدار تو از اشک دارد شست وشو — چوں قلندر مشربان بے نماز و باوضو

در دلم ابروان تو تیغ دو و نیام یک — غمزہ بہر دو چشم تو تیغ یک و نیام دو

بر سر راہ آں صنم طرح نماز افگنم — سجدہ بنقش پا کنم کار یکے و کام دو

محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن مؤلفہ مولوی عبد الجبار صاحب آصفی

حصہ دوم صفحہ ۸۵۳ مطبوعہ سنہ ۱۳۲۹ ہجری

عشق:- حکیم عبد الباسط عشق تخلص، عبد الباسط نام، حکیم الممالک خان بہادر

"خطاب" "گلزار اعظم" کے مولف نے لکھا ہے کہ آپ مولوی محمد مہدی واصف کے فرزند دل بند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۳۶ھ ہجری میں شہر مدراس میں واقع ہوئی اور آپ کی تربیت و تعلیم بھی وہیں ہوئی۔ آپ نے ابتدا میں والد ماجد اور اپنے ماموں حاجی زین العابدین کی خدمت میں کتب عربیہ و فارسیہ ختم کیں۔ اور خان عالم خان بہادر فاروق تخلص سے کتب عربیہ کی تکمیل کی اور حضرت فاروق سے اصلاح سخن بھی لیتے تھے، آپ کی طبیعت کو شعر و شاعری سے زیادہ مناسبت تھی، غزل قصیدہ، بمضامین دلکش بسرعت تمام موزوں کرتے تھے، آپ کے کلام سے معلوم ہوتا تھا کہ مضامین کی طبیعت میں آمد تھی گویا تازہ تازہ مضامین آپ کے میدانِ خیال میں دست بستہ کھڑے ہوئے ہیں۔ جب چاہتے تھے فی البدیہہ مضامین متفرقہ و معانی جدیدہ کا شیرازہ باندھ گلدستہ کی طرح اہل کمال و سخن سنجان نازک خیال کے جلسہ میں پیش کرتے تھے۔ بزرگان جلسہ آپ کے کلام فصاحت انجام کی داد دیتے تھے تحسین و آفرین کے ساتھ واہ واہ کہتے تھے، آپ فن طبابت یونانی و انگریزی میں قدرت کاملہ و ملکۂ تامہ رکھتے تھے۔ طب انگریزی حکمائے فرنگ سے اخذ کی تھی، زبان انگریزی کو مثل عربی و فارسی جانتے تھے، اکثر اوقات بیماروں کے معالجہ میں صرف فرماتے تھے، اور آپ تواریخ و واقعات سلف سے زیادہ رغبت رکھتے تھے اور زمانہ کے حالات سے واقف ہونا پسند کرتے تھے، بنا ء علیہ آپ نے ایک اخبار مسمی "تمیز الاخبار"[۲] جاری کیا تھا۔ یہ اخبار ہفتہ واری تھا۔ ہفتہ میں ایک بار طبع کرکے تقسیم فرماتے تھے، فقیر مولف کو یہ امر معلوم نہیں ہوا کہ وہ اخبار کب تک جاری رہا اور کب موقوف ہوا۔ آپ سر سالار جنگ مختار الملک بہادر مدار المہام سرکار عالی نظام کے عہد میں مدراس سے حیدرآباد دکن تشریف لائے صیغۂ منصب میں ملازم ہوئے، مدت العمر صیغۂ مذکور میں مامور رہے ہمیشہ بیماروں کے معالجہ اور طلبہ کی تدریس میں مصروف رہتے تھے، آپ صاحب اولاد تھے

---

[۱] شعرائے دکن صفحہ (۹۰۲) [۲] گلزار اعظم میں "تیسیر الاخبار" لکھا ہے

آپ کے باقیات الصالحات سے خیرخواہ قوم جناب ملّا عبدالقیوم صاحب و مولوی عبدالحی صاحب و مولوی عبدالسّلام وغیرہ ہیں۔ ملّا صاحب ۱۳۲۵ھ[1] میں فوت ہوئے۔ اور عبدالسلام مجذوب بھی فوت ہو گئے۔ مولوی عبدالحی سلمہ اللہ تعالیٰ یادگار باقی ہیں۔ ملّا صاحب[2] و مولوی عبدالحی صاحب کا تذکرہ آگے ذکر کیا جائے گا۔ آخر عشقؔ، صاحب ترجمہ نے سنہ ۱۳۰۲ھ ہجری میں اس دارفانی سے بعالم جاودانی رحلت کی، اِنّا للہ وَ اِنّا اِلَیہِ راجِعُون۔ اور آپ کی رحلت کی تاریخ آپ کے برادرزادہ مولوی عبدالواجد صاحب صاحب نے کہی۔ وَھُوھٰذا :-

حضرت عشقؔ آنکہ بفضل و شرف ــ بود گرانمایہ و والا گہر

در شب پنجم ربیع نخست ــ کرد ز دُنیا سُوِ عقبیٰ سفر

تنگ گریباں بغمش خلق را ــ ہم دل و ہم سینہ شد و ہم جگر

واجدؔ ما سالِ وفاتش نوشت

حادثۂ عشقؔ جہانِ ہنر

۱۳۰۲ھ

اشعار وہی لکھے ہیں جو گلزار اعظم میں ہیں۔ اس لئے نقل نہیں کئے گئے۔

لہ صحیح سنہ ۹ ماہ رمضان ۱۳۲۴ھ ہے ۲ے شعرائے دکن صفحہ (۱۳۹)



ز جهل و شرک مپرسید شرع و دین مرا　　　کنم نه سجده بجز عقل آفرین مرا

طفیلِ احمدِ مرسل امیدِ بخشش هست　　　وگرنه بیم چه گردے دلِ حزین مرا

محبتِ آلِ محمد منم چو اصحابش (رض)　　　نفاق پیشه بدل ره دهی چه کین مرا

کتاب و سنت و فقه است مایهٔ دانش　　　که حق فزوده ازیں علمها یقین مرا

سپاس هادیٔ مطلق ز جوشِ بدعتها　　　نزار لے تشنه فکرتِ متین مرا

بداں صفت که رحیمی خدائے بے همتا　(قطعه)　شفائے مرده دلاں ساز دردِ دین مرا

دمِ شهادتِ عشقِ تو میزنم هر دم　　　دمِ مسیح بگرداں دمِ پسین مرا

زبان دوست ندارم ز کفر بالطاغوت　　　نگاهدار تو ایمانِ کمترین مرا

مقربانِ ترا خاکِ راه باشم و بس　　　ادب چو سرمه کشد چشمِ دوربین مرا

وجود راز شهودِ تو باز نشناسم　　　مرا بخلوتِ وحدت مکن قرین مرا

بدادِ دل نرسد گریه ام اگر اے عشق
که تخمِ تو به کند سبز سرزمین مرا

حنا که بست کفِ شوخِ نازنین مرا | که بر زدست بخونِ من آستین مرا
منم که از تلفِ عقل و دینِ خود گریم | ازین چه غم بود آشوبِ عقل و دین مرا
امید هست بدامانِ خود رساند یار | فشانده است ز دنیا چو آستین مرا
بمهرِ داغ رسیده است محضرِ دردش | که بعد ازین نکنی رد دلِ حزین مرا
زباغِ غنچهٔ دل وا نگشت جذبهٔ شوق | رسان تو غیرتِ گل رشکِ یاسمین مرا
اگرچه آب بود از صفائے گوهرِ خویش | تو نقشِ سنگ بدان شعرِ دلنشین مرا

چگونه دردِ خود اے عشق دل تو گوید
امانتی ست که لب بست ازان امین مرا

زچشم بسته دلم دید مه جبین مرا | چه دُر ببین که کف آمد صدف نشین مرا
زبس بشوقِ کسے میروم زخود پنهان | خبر ز رفتنِ من نیست همنشین مرا
چو دید راز دلم چشم کم نگاه کسے | ندید با تو چرا حالتِ مبین مرا
عیان ز جبههٔ مه داغ را که می بینی | نشانِ سجده بود کوئے مه جبین مرا
نه صبر آن که بدل خون کنم گلِ مضمون | نه تابِ حرف و سخن خاطرِ حزین مرا
سخن به تلخ مذاقانِ دهر میگویم | ز سرکه باز ندانند انگبین مرا

کنون سزد که بناز آستین برافشانی
گذاشت عشقِ تو بر دیده آستین مرا

ز گردِ کلفتِ غم نیست چین جبین مرا | که برکشیده بود صبر آستین مرا

بجائے اشکِ دل آید بچشمِ گریانم ۔ کہ تا نظارہ کنم یارِ دلنشین مرا

بگار خانۂ چینی و نگارِ من ہیہات ۔ ببین بہ دیدۂ انصاف آن و این مرا

بنارِ گیسوئے جانانِ من گرہ بندید ۔ کہ رشتہ نگسلد از روئے دمِ پسین مرا

بدستِ من چو صدف گوہرِ مراد آمد ۔ گرفتہ است عرق شرم یا جبین مرا

ہمین نہ حسنِ دلارائے او برد ہوشم ۔ کرشمہائے دگر ہست نازنین مرا

مباد آب شود سنگ تو ازان ترسم ۔ بدلِ نہفتہ چہ داری شرار کین مرا

بغیرِ سجدۂ شوقت ازان بر نیرزد ہیچ ۔ ہزار بار رفشانند اگر جبین مرا

نہان ز شرم [1] آسمان ایکاش ۔ نقاب برفتد از روئے مہ زبین مرا

بمہرِ چرخ ز چشمِ منش چو بردارد ۔ زند بشمعِ دلِ زار آستین مرا

دلا تو پیشہ بکن صبر و دم مزن ہرگز ۔ کہ صلح دیر بود زود خشمگین مرا

شہیدِ عشقم و تابوتِ من بدوشِ ملک ۔ ز اہلِ عرش کنی گوش آفرین مرا

ز مکر و حیلتِ او می برم پناہ بخدا ۔ کہ رہزن بود این نفسِ شوم دین مرا

منم ز ہرزہ درایان و او سخن سنجے

قرینِ من نکنی عشقِ بے قرین مرا

جگر خراش مکن جانِ آہنین مرا ۔ کہ خامہ از رگِ خونین بود نگین مرا

چراغِ داغِ شبِ ہجر روشن است بدل ۔ فتیلہ آہ بود جانِ آتشین مرا

---

[1] اصل مسودہ میں یہ الفاظ محو ہو گئے ہیں۔ غالباً "شود ماہ" ہوں گے ۱۲۔

چہا خمار بسر داشت نرگس مستش | مدام می کشد اکنوں شراب کین مرا
نبرد قصۂ فرہاد خواب شیرینش | کہ گوش کردہ بسے حال این چنین مرا
کلاہ مہر و مہ از فرق آسماں افتد | کند نظارہ اگر اوج سرزمین مرا
ز دست رفتہ دل پارہ پارہ ام بنگر | بحلقہ حلقۂ زلفت نگین نگین مرا

ز شعر پُر اثرم عشقا اثر ہویدا شد
دُعائے حضرت فاروق[۱] برگزین مرا

ز خشم چین بجبیں نیست نازنین مرا | کہ ناز غنچۂ سرچین[۲] است گل جبین مرا
چو مہر داغ جنونم ز بس فروزان است | چراغ مطلع صبح است شب نشین مرا
چو بارہائے غمت حفظ شہر دل باشد | کشد چہ فوج ہوا باز سنگ چین[۳] مرا
ز عجز فہم چہ اعجاز ہاست یاراں را | کہ بستہ اند لب سحر آفرین مرا
دلم ز سادگی جہل خویش پرکار است | کہ رونقے بنود از ورق نگین مرا
بکجا چو سرو قدش سرو بوستاں بینم | نظر بلند بود چشم دوربین مرا

جدا ز حضرت فاروق تا شدم اے عشق
زیاد رفت سخن خاطر حزین مرا

۱؎ - خان عالم خاں بہادر فاروق، اُستاد صاحب دیوان ۱۲ -

۲؎ - برگزیدہ ۱۲ - ۳؎ سنگ ہائے برکدیگر چیدہ کہ بصورت قبہ سازند بر گرد آبادی۔ طاہر وحید سہ

سختی کشان عشق ز آفات ایمنند ؛ این سنگ چین ہمیشہ دلا در حصار باش (انندراج)

نشستنی نبود هیچ گه زمین مرا — فلک بزیرِ قدم گرد کمترین مرا

بزارنالیٔ او بسکه خنده زن شده — چه شادئیست بخاطرِ دلِ حزین مرا

سخن بوصفِ لبِ نوشِش کیست حیرانم — که روحِ قدس مگس گشت انگبین مرا

زبسکه آب شد از گریش دلِ پیکان — گذاشت تیرِ ستم زخمِ سهمگین مرا

زخاکساریٔ من سبز سر بلندیها — نبوده ننگ غبارے بسر زمین مرا

منم که باغِ گلِ داغِ حسرتم یکسر — زخار خارِ دلم بست خار چین مرا

مژه بهم چو زنم می پرد چراغ از چشم
چه نورِ عشق بود چشمِ حسن بین مرا

شراب چهره فروزد چو مه جبین مرا — نگاه دود کند چشم شعله چین مرا

بطاقِ ابروئے جاناں دلم چو دیده کشود — نمود بتکده چین حرم نشین مرا

چه گویمت که براهِ وفا چساں رفتم — دلم گرفته بیار و جگر یمین مرا

فلک بترس که سوزد نه ماه را خرمن — شراره که بود آهِ آتشین مرا

سوالِ بوسه ازاں لعلِ بے بها کردم — بخنده گفت مگردان سبه نگین مرا

شنو که ورد نگیرد بگوشِ دل مشنو — فغانِ سردِ حزینِ اثر قرین مرا

مپرس حاصلِ کدِ یمین زِ ناکاماں — که جوشِ آبله تر دارد آستین مرا

عروجِ طالع واژون من نزول آمد — ببیں بزیرِ زمین چرخِ هفتمین مرا

لہ دست رنج (بحر العجم) ۱۲

ملک جبیں نهد و مهر سجده اش سازد — فلک خورد نه همیں مهرهٔ زمین مرا
نه بجز شعر ز سوزِ دلم فتاد آتش — زمین سوخته بیند هر زمین مرا

نمانده جائے سخن هیچ دم مزن با عشق
بخامشی ست سخن حرفِ آفرین مرا

ببیں بهارِ دلِ عجز آفرین مرا — گل فتادگیم سرو شد زمین مرا
بدیده اش چو قریں کرده ام همی بینم — که تا راز رگ را براست آستین مرا
تو بعد کشتنِ من هم ز کیں نمیگذری — زبانِ تیغ ستم گوید آفرین مرا
فلک ز اخترِ تاباں هزار چشم کشود — که روبتے بکند ماه سرزمین مرا
هزار فتنه بپا می شود و میکه شود — بخاکِ من گذرے حشر آفریں مرا
بآستانِ تو نازم که روکش بانی است — نگار خانهٔ چیں می کند جبین مرا
فسونگریست قیامت دلِ ستم کشِ من — نیاز مند بجود کرده ناز نین مرا
ز مذهبِ همه عالم جداست مشربِ من — بتے قبول خدا کرده است دین مرا

بخاکساریِ من عشق بین و گردشِ من
که آسمانست غبارے رهِ زمین مرا

اگرچه طرفه بود اشک آتشین مرا — که داده است بخون شستن آستین مرا
بزلفِ خویش بزن قلبِ آتشین مرا — سواد حلقهٔ پُر دود کن نگین مرا
نه بسکه حسرتِ من داغِ یک چمن دارد — بهار وقف بود جیبِ آستین مرا

بگر یز لف و رخ و قد و آن تن نازک — بہار سنبل و گل سرو و یاسمین مرا
زبان کشایم و بر سامعان نہم منت — کہ آفرین بچمین ست آفرین مرا
دماغ فکر بعرش بریں چگونہ رسید — نہ بحر شعر بجو بند سر زمین مرا

نگاہ شوق نہ پا بوس حسرتے باشد
گہر بدست بود عشق خوشہ چین مرا

بعد از نہیم مکن از خویشتن اے یار جدا — بودہ آہ جدا از من دلبیار جدا
شور شیرینی تو تازہ کند در عالم — نمکیں چہرہ جدا لعل شکربار جدا
پردہ بردار و بیا حرف بزن میکشدم — شوق دیدار جدا حسرت گفتار جدا
می کشد بلبل دل را بتماشائے چمن — سنبل زلف جدا آن گل رخسار جدا
باغ نظارہ من آبلہ پر خار است — تا تو اے گل شدی از دیدہ خونبار جدا
نہ ہمیں بر تپشم آہ زمین می لرزد — خرچ زن بر سر من گنبد دوار جدا
دیدہ از دیدن او سیر نگردد ہرگز — چون تواں ساختن از حسرت دیدار جدا
نالہ زار بود با د بہار دیگر — خار خار دل بلبل شدہ گلزار جدا
باریاب حرم وصل نگشتم یک بار — بار بر دل بنہم بہر چہ ہر بار جدا
جان ندارد دل من یار زبرا چہ کشد — ابروش تیغ جدا زلف سیہ مار جدا

سر زغم بر در و دیوار زدی عشق چہ سود
در ہوائے تو جدا افتد و دیوار جدا

ای مهر رخت مطلع انوار یقین ها — ای سلسلهٔ زلف تو شیرازهٔ دین ها
ای آینهٔ سجدهٔ شوق تو جبین ها — ای دیدهٔ مردم بره‌ات خاک نشین ها
ای شادی عشاق کجائی خبرت نیست — در گریه زارند ز درد تو حزین ها
بهر دل وارسته چه امید گشاد است — داری رسن زلف پی بستن کین ها
مثل تو ز خوبان نشنیدیم و ندیدیم — بسیار بدیدیم و شنیدیم ازین ها
هم چشم نه ریزد ز جبین تو نزاکت — چون جوهر آئینه نمایان شده چین ها
حسن است که کار نگه از گوشه بگیرد — سرگشته بهر سوی ز تو گوشه نشین ها
از ابرو و چشم تو دلم چون ببرد جان — مژگان کمان دار کشادند کمین ها
ای دل غم تنهائیم از چیست بهجران — دارم ز محن طرفه بهر لحظه قرین ها
زان مهر تبسم بلب زخم خود ای دل — خالی همه خاتم شده ز الماس نگین ها
فرصت نشدش تا شنود قوت روانم — یاقوت لبش هیچو رواز بسکه کمین ها

کلک تو بود عشق رگ ابر بهاران
در شعر چه سرسبز نمود است زمین ها

بین گریهٔ زار و قلق زار من غمناک را — خون دلم رنگ شفق شد دامن افلاک را
دادم دل صد چاک را بی بهره از ادراک را — آن نرگس بیباک را آن غمزهٔ سفاک را
دیدار دارم آرزو بستی نظر از چارسو — پر خون کنی تا کی بگو این چشمهای پاک را
درهای شادی جان من بنگر مرا در پیرهن — دارد بدست خویشتن زان صبح هم یک چاک را

مت برزم ای چشم نم، نگزاشتی شادی غم
از خانهٔ دل دمبدم شستی خس و خاشاک را

اے ساقی دوراں مدد، نوبت بگردش کے رسد
ایں خاک بر باد م خورد آتش کہ آبِ تاک را

بر دل کدورت شد بلا، ساقی دوائے من کجا
باشد نہ مے بخشم جلا، آئینۂ ادراک را

ساقی بمزد بندگی غم را چنیں پابندگی
بے مے چہ باشد زندگی خواہم خورم تریاک را

گر در بقا دمساز من برجاں کشد صدناز من
ای طفل خاک گلبازِ من، بر باد کن ایں خاک را

غازہ گرِ دنیا و دیں، آں ماہ شد تا برزمیں
صد فتنہ گردِ راہ بیں، آں قامتِ چالاک را

از زمرۂ حسرت کشاں، صیدِ تر ابنود نشاں
بنیم چشم خونفشاں، ہر حلقۂ فتراک را

ایدل مرا ہر روز و شب، زہرے رسد زاں قندِ لب
خود عشق گشتم زیں سبب ہرگز ندارم باک را

آزادمی کنی زالم پائے بند را
ظالم! مکش زگردنِ عاشق کمند را

گرواکنی بحرفِ لبِ نوشخند را
دیگر سفید و سرخ نہ بینیم قند را

باکت مباد از گلۂ ناپسندِ ما
صد بندمی نہی بزباں چوں سپند را

برخندہائے زخم دلِ زار دیدنیست
در بوستاں گذار گل ہرزہ خند را

زانساں نہ بستۂ کہ توانی کشاد باز
واکن زپائے بندِ محبت کمند را

با نالہ در آتش شوقِ تو جاں دہم
فرصت یک آن بیش نباشد سپند را

از زلفِ تابدار و نگاہِ حیا شعار
زیر و زبر مکن ہمہ پست و بلند را

غم را فدائے کشتۂ شوقِ تو دیده ام — قربان شدست عید بجان گوسپند را

در جوئے شیر خونِ دلم آب میدهد — شیریں بکامِ من چکنی زهر خند را

دانی که عشق را بدل است آرزو هزار

تا چند بر تو عرضه دهم شوق چند را

ناصح روا مدار بر رنداں گزند را — ضائع مساز موعظتِ سودمند را

دل دیده است از دهنت نقشِ نیستی — آبحیات جاں چکنی نوشخند را

چسپاں قبا بآن تنِ همرنگ جاں مکن — برما چه تنگ ساخته جانِ نژند را

صفرا فزوده ایم نداری بکامِ ما — زاں غبغب و دهن زچه نارنج و قند را

حیرانم از چه غنچه دہانانِ گلعذار — از خندہائے گل نگرفتند پند را

تقریرِ عشق از لبِ خاموش خوشتر است

برکش عناں که تند برانی سمند را

نازم خدنگ شوخ سوارِ سمند را — کز سینه دور کرد دلِ دردمند را

در فکرِ من مباش که جان است نگسلد — با نازِ تو نیازِ منِ مستمند را

تا کامیابِ چشم ز برقِ جمالِ اوست — سوز و سپند اشکِ علاجِ گزند را

توصیفِ سرو قدِ تو اے یار چوں کنم — نبود مجالِ سایه چه فکرِ بلند را

یا رب چه حیرت است که نا دیده ام ترا — ماند نگه بچشمِ ترم خار بند را

بیزار عالمے زمن از عشقِ تو شده ست — باشد کسی پسندِ منِ ناپسند را

خوش الوداعی میکنم هر شب بهجران خواب را / بنگر صدف گردیده چشمم گوهر سیماب را
بنگر بطاق ابروش جان من بیتاب را / قندیل دلسوز یکه روشن می کند محراب را
آئینه وار خاک کردی چشمهٔ مهتاب را / از من جدا یا رب مکن آن مهر عالمتاب را
پیش بصیرت سر بسر فرق نگاه و آه نیست / تا دیدهٔ مشتاق کردی هر دل بیتاب را
زنهار دور رندان ساقیا مست شراب بیخودی / کز چشم و ابرو ساختی میخانهٔ محراب را
از چشم کم بیند چرا صید دل افگار ما / ترکی که دارد در کمان تیر نظر ترتاب را
سیر لب بامی بحن شب طفل شوخ نازنین / شیر و شکر بیجای باشد ساغر مهتاب را
این بیمروت چرخ بین آزرده ناحق میرود / گر آب غیرت میکشد راضی کنم ودلاب را
حیرت فروشی میکند تا پیش روی دلبران / آئینه داری می نماید دیده فتح باب را
آن شعلهٔ سیراب بین نیرنگ ساز عالم است / آتش زند در دل مرا و ز دیده ریزد آب را
فیضی ز صحبت برده ام راه یقین پیموده ام / زان نرو جان خویشتن دارم عزیز اصحاب را

در کشتی دل عشق چون با رخطرها می کشم
من ساحل امن و امان دانسته ام غرقاب را

زلف سیاهش می برد از دل قرار و تاب را / وان نرگس مخمور از چشمم رباید خواب را
آزرده نتوانم کنم چون خاطر احباب را / گر می نباشد میکشم از چشم و دل خوناب را
گه موج دریا گشته ام ماندم گهی گرداب را / بسیار کردم جستجو آن گوهر نایاب را
سیرم نسازد شربتی سوزد همه لب تشنگی / گر لعل جانبخش کسی خواهم کشیدن آب را

از حالِ زارِ من مپرس از بسکه ماند جانِ من — دل ماهیِ بی آب را ابروی تو قلّاب را

در خدمتِ ابروی پیر گشتیم طاقِ نیازش به بین — زین قامتِ خم می‌نمایم صورتِ محراب را

در بیقراری جان سپردن بیشتر بهبودِ دل — چون می‌فزاید قدر و قیمت کشتهٔ سیماب را

گر صد ملامت میکنی از ما نه شکایت بشنوی — بر سازِ بی آوازِ ما ایجان مزن مضراب را

تا گرم رفتاری شدم پای طلب در خواب رفت — خار و خس این راه ماند بسترِ سنجاب را

خون در دلِ ناکامِ ما افسرده ماند بسکه دید — گرد رهِ هر کوچهٔ زلفِ تو مشکِ ناب را

شمشیرِ نازِ دلبران دریای تردستی بود — زان قطره آبی نیست در جو دشنهٔ قصاب را

سرگشتهٔ شوقِ توام در بی‌سرانجامی خوشم — شد دستِ بی پا رو دو کردم عالمِ اسباب را

دیوانه ات در کارِ خود بنگر چه هشیار آمده — این فهم و دانش کی بود در سرِ اولاالباب را

از طالعِ بیدار این دولت نصیبم کی شود — با زلف و روی او کنم سیرِ شبِ مهتاب را

یا در علیخانِ بهادر فیض بخشِ عالم است — خورشید یا دریا بود نایب همین نواب را

عقلِ سبک سر عاقبت عاجز شد در جوشِ عشق
آری خسی گیرد عنان چو تند رو سیلاب را

چاره زان روی نکو نیست مرا — فکرِ جانکاهی خو نیست مرا

نشدی مشتِ غبارم بر باد — گر سرِ آن سرِ کو نیست مرا

دم از ان زلف زنم نتوان گفت — بر زبان آمده مو نیست مرا

۱؎ : شہاب جنگ، مختار الدولہ، افتخار الملک، ولادت ۱۲۴۶ھ، ۱۲۸۶ھ میں صدر المہام ہوئے، ۱۳۱۳ھ میں وظیفہ ہوا، ۱۳۲۸ھ میں انتقال کیا۔ ۱۲

کے ز بیداد لب خاموشش — از فغاں پارۂ گلو نیست مرا
چارۂ چاک جگر تنگ دلی — غنچہ ساں فکر رفو نیست مرا
خوں دریں بزم چو ساغر نخورم — چشم بر دست سبو نیست مرا
برگ گل از چمن رنگ کہ ام — ہم ز بالی کہ ز بو نیست مرا
در غبار دلش ام تخم امید — ریشہ در خاک فرو نیست مرا
چہ کند با تو چو آتش خوئے — دل کہ از آہن و روئیست مرا
مطلب خویش بخود میگویم — اشتباہ از من و تو نیست مرا

غل بگردن منم از غلغل خویش
در جنوں عشق غلو نیست مرا

در ضمیرم چو جز او نیست مرا — نفسے نیست کہ ہو نیست مرا
ہر چہ گویم نکند دل باور — اعتمادے چو برو نیست مرا
سر من زلف تو گوئے چوگان — گو مگو گوئے[1] مگو نیست مرا
فرصتم نیست ز شکر آید دست — کہ شکایت ز عدو نیست مرا
چوں کنم طوف رخ او من بذار — ز آبرو آب وضو نیست مرا
پائے آں سرو رواں چوں بوسم — لب بکام لب جو نیست مرا
بستۂ زلف توام میدانی — پیچ و تابے سر مو نیست مرا

لہ: بمعنی شک استعمال کرد ۱۲ -

تا ز خون گرمیٔ گردون مستم ‏ چه میٔ کان لب سبو نیست مرا
فارغ از چرخ به غرقابِ غمم ‏ پشت بالی ز کدو نیست مرا
عشق در پردهٔ جان است نهان ‏ شرم زان برهنه[1] رو نیست مرا

سخنم عشق بود سرِّ مگو
که زبان برهنه[2] گو نیست مرا

ندانم بس ز بس هر لحظه توصیفت شنیدن را ‏ دلم یکبار میخواهد رخِ خوبت دیدن را
برون از حدِ دل نگذاشتم پایش کشیدن را ‏ که سقفِ آسمانها ناله میخواهد دریدن را
ز دل بسیار دارد چشمِ مشتاقم طپیدن را ‏ که برقِ جلوه اش بگرفت بر مژگان دویدن را
تغافل گوش بر آواز کم گوئی من باشد ‏ که رنگینی نالها دارد بگوشش او کشیدن را
چنین کز گریه ام فریاد دارد عالمے هر دم ‏ چه شورِ محشرے بگرفت از چشمم چکیدن را
ز بس سهم کند زیر و زبر آنرا نمی خواهم ‏ بطاقِ ابروِ جانان دلِ بیتاب چیدن را
بجائے شیرِ طفلِ دل بود خونخوار خود هر دم ‏ که جز تیرِ جفائے او نمیخواهد مکیدن را
کجا هنجم رخِ جانان که رنگ و نبضِ من بگرفت ‏ ز چشمِ من پریدن را ز ابریشم جهیدن را
ز هر یک دانه تا از سبحهٔ دلهائے مشتاقان ‏ بهر زلف چو زنار رشتِ بده آب بریدن را
چو رفتن در پئے آهو نگاهے بود دشوارم ‏ بچشمِ خود سپردم عاقبت کار دویدن را

سلہ: ۔ بے حجاب و کشادہ روئے ۔ صائب ؎ زہے نقاب جمالت برہنہ روئی ہا ۔ خموشئ تو زبان بند گا مجوئی ہا ۔ ۱۲
(اندراج)

سلہ۲: ۔ صاف گو ۔ ۱۲

بهارِ گلشنِ اُلفت بُوَد نیرنگِ یک رنگی
که بو گردید عشقم از گُلِ جنبش وزیدن را

دلم را کی مکدر میکند آئینه رخسارے
جو اجحاف دانم نامہائے من دریدن را

شدم چوں دیدہ ور رہبر کسی نما بد بیدل ببرد
کہ چشم کور باید روئے دل ز خلق دیدن را

براهِ دوستداری رہبر کامل کسے باشد
که داند منزلِ اوّل بمنزل تا رسیدن را

چرا پاسِ نفس سر در ہوا دارد ترا اے عشق
نیرزد ایں چنیں پا در ہوا تا رے تنیدن را

مشو از خانه در صحرا از صحبت ہا رمیدن را
که وسعت بیشتر باشد بکنجے در خزیدن را

اگر خواہی کنی ممنون گفتارت شنیدن را
فنا کن خود پسندیہا معانی آفریدن را

منوّر می کند خورشیدِ رویش چشمِ دیدن را
حدیثِ او نماید ہر گہر گوشِ شنیدن را

نباشد طاقتم دانی چو دست از تو کشیدن را
نهی دستی مرا بر سینه از دل بر چیدن را

نبوده گرچه بخشے در میاں گفتن شنیدن را
کشیدی رو ز من در ہم چہا بر من کشیدن را

بهارِ غنچهٔ اُمیدِ دل گُل کرد از داغش
ہوائے ایں چمن از لب نمیداند وزیدن را

بهر دم آتشِ شوق تو ابدل تیز تر باشد
از آں آبے کہ گردد در دہن تا ان لیکیدن را

منِ سنبید و پا تا کے نیابم ہم گُل چاکے
جنوں دستے عطا کن جیب و دامانم دریدن را

دلِ افگار محوِ خار خارِ او ہمی باشد
چه لذت میدہد شوخی مژگانش خلیدن را

ز دلسوزی شود گر دیدهٔ تر آبیارِ تو
بهارِ رفته ات ابدل ز سر گیرد دمیدن را

نریزم آبروئے خود دگر از گوئیه خونی
که آبِ گوہرِ دل دارم از مژگاں چکیدن را

زداغ خود دلِ نادیده از بس دیده ور گردید — ز چشم نیم باز ار نخواهد باز دیدن را

گرفته زنگ از لفظ کهن صورتگرِ فکرم — بروی صفحهٔ معنی ز تو نقشے کشیدن را

بگردم شکوه سنج سامعانِ شعر خود هرگز — که فهم کند خنجر شد زبانِ من بریدن را

چه بودے گر همیم عشق مرغ نامه بر بودے
با ین چستی که دارد طائر زخمم پریدن را

بهارِ گفتگوے او چه رنگیں کرد دیدن را — گلِ سر چینِ حیرت دیده ام گوشِ شنیدن را

نمی آرم دهم از دست دامانِ طپیدن را — که سامانے ازیں بهتر ندیدم آرمیدن را

بشوقِ لعلِ جاں بخشِ کسے زبس سیه مستم — کباب آتشِ ایں میکنم ذوقِ چشیدن را

چه غم گر طاقتِ رفتار زند زناتوانی شد — دلِ سرگشته دارم براهِ او دویدن را

بهارِ شوقِ من یارب چه نیرنگ دل آرا است — بدل صد خار میدارم گلے زاں حسن چیدن را

مئی نازش و ناغش ز رساند گر چنیں پیهم — کجا مهلت دهد او را بحالِ من رسیدن را

حجابِ جلوهٔ جاناں ز من آسوده بجاں است — دو چشمِ خود تصور کرده ام دیدن ندیدن را

زبس فریاد هر دم از دلِ بے مدعا دارم — چه رنج از من شنیدن را چه زحمت نا شنیدن را

بصحرائے محبت جوشِ انست دیدنی دارد — دریں وادی بدستِ رم دهد آهو رمیدن را

مئی غم ور نگنجد جز دلِ تنگ من سرمست — چه داند هر تنک ظرفے چنیں دریا کشیدن را

رسیدن تا بمنزل میتواں آهسته آهسته — نداند تیز رفتارے رهِ الفت بریدن را

اسیرِ او نیفتد هیچ گه در بندِ آزادی — که دارد در گره هر حلقهٔ دامش رهیدن را

بشوق بامِ وصل وزدن پر اینچنین باید — که من افشانده ام از بالِ خود گردِ پریدن را
چه گنجِ شادمانیها بهر دم رائگان کردم — دل مسکین خود بیکدم ز دستِ غم خریدن را

توانم عشق پُر کردن کنون دامانِ صد حسرت
که خرمن کرده ام زین باغ گلهائے نچیدن را

بُرقع کسے ندید مه و آفتاب را — بردار اے نگار ز رویت نقاب را
طاقت نماند در دل و جان اضطراب را — رحمی بحالِ ما کن و کم کن عتاب را
دل زندگانِ خواهشِ دیدار آن نگار — بدتر ز مرگِ خویش شمارند خواب را
از گلشنِ وصال نچیدی اگر گلے — رشکِ خزان شمار بهارِ شباب را
از لعلِ شکرینِ تو پُر شور شد جهان — باقی نماند لذتِ مستی شراب را
جز نقشِ داغِ تو نبود هیچ در دلم — یک نقطه بیش نیست رقم این کتاب را
آسان مدان نزاکت دقّت پسندِ او — گر دست داغ داغ دل نکته یاب را
مستِ نظارهٔ تو مے نور می کشد — خوش طالعے که کرد قدح آفتاب را
از دود و آهِ من همه سقفِ فلک بسوخت — آتش بجز من است چها این سحاب را
از جوشِ داغِ عشقِ تو رسوا کجا شدم — مانند نم از این ورقِ انتخاب را
وصفِ حضور پایهٔ رشد و عالم است — قا — شغلے دگر مباد جز این شیخ و شباب را
نواب مستطاب که لائق علی[1] بود — ۲ — دیوان منتخب همه رائے صواب را

---

[1] : سالار جنگ ثانی، میر لائق علی، مختار الملک، عماد السلطنة، خلف اکبر سالار جنگ اعظم، وزارت از ۱۳۰۱ تا ۱۳۰۴ھ، رحلت در سنه ۱۳۰۶ھ ۱۲

یاربّ ازیں وزیر و ازیں شاہ زود کن (۳) آباد ملک و ہر دل و جانِ خراب را

لب بستہ پیشِ آں بتِ نازک مزاجِ عشق
دادیم شرحِ درد و غمِ بیحساب را

بکارم عقدہاے مشکل کشا گویم گرا بکشا ‌ ‌ ‌ بمحض فضلِ خود ایں عقدہا را یکجا بکشا
خطِ شوقِ مرا نکشودہ دار اے یارِ ما بکشا ‌ ‌ ‌ بہ پیشِ قاصدم سربستہ حرفِ مدعا بکشا
جنونے خوش کن و سرپنجۂ مہر و وفا بکشا ‌ ‌ ‌ برنگِ صبح چاکِ سینہ تا اوجِ سما بکشا
ترا از نورِ تو بینم چو شد بیکار چشمِ من ‌ ‌ ‌ ز پیشِ روئے من ایں پردہ ہاے ماسوا بکشا
ز سودایت جہاں شد تار بر مردم سرگردم ‌ ‌ ‌ بکن یک جلوۂ شوخی و بختِ دیدہ را بکشا
تغافل بندِ پائے بیقراری ہائے من تاکے ‌ ‌ ‌ گریزاں صبر تا گردد رہِ جور و جفا بکشا
نشانِ کافری در گردنم تا رِ نفس باشد ‌ ‌ ‌ مسلماں میشوم اے شیخ زنّارِ مرا بکشا
چو من بیمارِ آں چشمم بفکرِ چارہ گر تا کے ‌ ‌ ‌ کتابِ طب بگو بکشائے و صندوقِ دوا بکشا
کشادِ دل ہوس داری مشو در بندِ مقصودے ‌ ‌ ‌ دعاگوئے محبت باش و قفلِ مدعا بکشا
چو از آوارگی مانع ترا عقل و ادب بینم ‌ ‌ ‌ نیم دیوانہ چوں گویم کہ زنجیرت ز پا بکشا
نگاہِ رحمتِ او چارۂ دردِ دلم داند ‌ ‌ ‌ نسیمِ صبح را گفتن چہ حاجت غنچہ ہا بکشا
مترس از مفلسی چوں دستگاہِ شاعری داری ق بمفتاحِ زباں قفلِ دلِ اہلِ سخا بکشا
بزیرِ ہر بنِ مو گر بود چشمِ ہنر بینت ۲ بروئے روشنِ لائق علی نوابِ ما بکشا
ز بس شاہِ دکن مقبولِ حق شد ہم وزیرِ او ۳ اجابت میکشد منت لبِ دستِ دعا بکشا

الٰہی تا بود حسن و محبت در جہان باقی (۴) بروئے شاہ و دیوان ہر زمان بابِ رضا بکشا

برائے خانہ و سامانِ آں غمگیں مشوائے عشق

دہانِ انجا بپیشِ شہ حاجت روا بکشا

باشد دلم چراغ شبِ زلفِ یار را — روشن چناں ندید کسے مہرہ مار را

شرمندۂ نیاز کنم نازِ یار را — تا پرسشے کند منِ زار و نزار را

از درد رآے زود کہ برباد می رود — جان و دل حزیں کہ بدارم نثار را

بر چشم ماست وقفِ تماشائے ایں چمن — گل چوں جدا کنی تو نسیم خار را

دانم بپا نہ پایۂ ایں زندگی بود — ایں سقفِ بے ستوں نہ سزد اعتبار را

در چشم آں کہ یار دریں خانہ می رسد — رفتیم جملگی ز دل خود غبار را

در شہر بس کہ شکوۂ ما را جواب نیست — کردیم ہم کلام کنوں کوہسار را

در سوزِ عشق بس کہ بود زندگیِ دل — ز آتش جدا مساز و مے ابِ شرار را

پیرِ فلک سزاست کہ در کجروی خویش — ساز و عصائے عقل اگر پیشکار را

نوابِ مستطاب کہ لائق علی بود — ق — دیوان نامدار شہِ کامگار را

از عقل و عدل و راہ نگر برخورد کہ او — ۲ — صد افتخار ہست از دو روزگار را

از لطفِ خواجگی چہ بعید ست گر نواخت

مانندِ عشق بندۂ خدمت گزار را

ؔ۔ یہ غزل ایک پرزہ سے (جس پر بطور مسودہ کے پنسل سے لکھی گئی تھی) بڑی مشکل سے نقل کیگئی پھر بھی دو تین حرف پانی ٹپکنے کی وجہ سے مٹ گئے تھے جو پڑھے نہ جا سکے۔ ۱۲

زاہلِ دنیا روشِ ملت و ایمان مطلب کافرانند دریں دیر مسلمان مطلب

خواہشِ وصل مکن صحبتِ جانان مطلب باش آسوده ولا آفتِ ہجران مطلب

سینه در بیخودیٔ خویش ہمه چاک زدم از من اے دستِ جنون تارِ گریبان مطلب

تا مکدر نشود دل چه صفا می جوئی گر بظلمات نهٔ چشمهٔ حیوان مطلب

زلفِ درویش نگر و دل ز مذاہب بردار کافرِ زلف بشو جز رخش ایمان مطلب

خونِ یکرنگیِ دل جوش زند از بویش جز گلِ نغمهٔ بلبل ز گلستان مطلب

وحشت آباد ہمیں وحشتِ دلت می باشد گر تو سرگشته نهٔ قیسِ بیابان مطلب

در رہِ شوق اگر سر بسلامت باشد سودِ سودا بکن و کار بسامان مطلب

نور در دیدهٔ مشتاق نماند ہرگز فرصتِ دیدن ازان صاعقه جولان مطلب

در میان نیست کنون چون سخن بوس و کنار دل مخواه از منِ ناکام و دگر جان مطلب

سوختن مطلبِ دل در غمِ ہجرش باشد نامهٔ شوقِ مرا جز شرر افشان مطلب

ایدل از ماندنِ بسیار ز پس برگردید میوهٔ مطلب از آن سروِ خرامان مطلب

بخت گر یار شود عشق ترا در ہر کار
حسنِ بلقیس طلب تختِ سلیمان مطلب

به بزمِ بیکسی چشمم چراغ روشن ست امشب که مستِ نازِ من بیگانه از خود با من ست امشب

نه بیتابی بدل دارم نه برلب شیون ست امشب که زلفِ درہمش اندوه من رہزن ست امشب

طرف با مہرِ عالمتاب یکسر روزن است امشب که مہرِ روے دریں کاشانه پرتو افگن ست امشب

چناں از جلوهٔ شوخی شبستاں روشن است امشب
که هر سرو چراغاں از شکِ نخلِ ایمن است امشب

بکامِ خود گل از شاخ گلے از بسکه می چینیم
بهار آرزو خنداں دلِ من گلشن است امشب

کجا گنجد ز بسیاری بداماںِ سحر آخر
گلِ عیش و سرورِ من که خرمن خرمن است امشب

شبِ عشاق را بنو سحر آتا ز روئے او
ز هر سویم نمایاں نورِ صبح روشن است امشب

پریشانی بجمعیت کشید آخر بحمد الله
دلِ شب گردِ ما را زلفِ جاناں مسکن است امشب

ندارد شمع هم بار دریں خلوت که من دارم
چراغِ مطلبم را تر زبانی روغن است امشب

خبر از جان و تن اصلا ندارم در وصالِ او
که با جاناں همیں نسبت جان و تن است امشب

خیالِ یار خوابِ وصل بنماید مرا هر دم
زلیخا با مهِ کنعاں بیک پیراهن است امشب

بود ز نقش بدستِ من بجائے نامهٔ اعمال
که پیدا صبحِ محشر زاں بیاضِ گردن است امشب

منور دیده بختم بود از کحلِ بیداری
که یار دوست دشمن حمله دشمن دشمن است امشب

چه میسوزد که جاناں همدم و همسازِ من گردید
نفس بر شمعِ جاناں عنبرِ بادِ دامن است امشب

منش دارم چو مصروفِ نیاز بے نیازی عشق
بخوابِ نازِ او بیداریم پهلو زن است امشب

ناله‌هائے بے اثر حاجت روائے عندلیب
از گلِ مقصود پُر دستِ دعائے عندلیب

رنگ و بوئے گل نمایاں در نوائے عندلیب
شد هوائے نو بهار آخر نوائے عندلیب

سایهٔ گلبن بود ظلِ همائے عندلیب
می نماید شاخ گل تاج و لوائے عندلیب

عشق ترا دل دادن از بس کارِ حسن افتاده است
تر زباں هر برگِ گل بیں در ثنائے عندلیب

گل اگر از خونِ دل رنگین کند پیراهنش — شد سیه از دودِ آه او قبای عندلیب
هر چه باد آباد شاخ گل نشیمن کرد نیست — منتهای آرزو و مدعای عندلیب
عاشقی باشد گلِ داغ غلامی بیگمان — گشت رائج زین سبب بیع و شرای عندلیب
دوستی گوئی که اینجا صلحِ دشمن بود نیست — بازئی بیدرد مردم جنگهای عندلیب
معنی الفت نباشد غیر غفلت دشمنے — بگذرد روزِ گل صبح و مسای عندلیب
باز دائم نالهٔ پر درد او حیرت فزاست — صحنِ گلشن هست اگر دار الشفای عندلیب
آشیان و دام و بستان و قفس ناسازگار — آه ازین آزار و در و بید وای عندلیب
بود در دشتِ طلب سرگشتهٔ بیچارهٔ — بوی گل گردید آخر رهنمای عندلیب
سینهٔ صد چاک را مانند قفس گر بنگری — از فغانهای اسیرِ بیخطای عندلیب
خار بسیارست با گل زین سبب اندیشه نیست — از برای عقدهٔ مشکلکشای عندلیب

بسکه معنی های رنگین گل کند از فکرِ عشق
از صریرِ خامه اش بشنو نوای عندلیب

گل بدستِ خود ندارد از برای عندلیب — بینوا مانند گدای بانوای عندلیب
مشتعل گلشن بشد از شعلهٔ فریادِ او — آتشِ دل سوخت از سر تا بپای عندلیب
بسکه ما هم دل بجوی بیوفائی داده‌ایم — می برد از کار ما را نالهای عندلیب
غنچه از گلشن اسیر آرزیا شد آن دهان — از نی قلیانِ او بشنو نوای عندلیب
در چمن آن غنچه لب رنگین بیانی چون نمود — گل ثناخوان تر شد از مدحت سرای عندلیب

عاشق و معشوق همرازند و هم آواز هم | پردهٔ گلبانگ می باشد صدائے عندلیب
بسکه از صیاد گلچین نیست خالی این چمن | آن بلائے گل برآمد این بلائے عندلیب
گر بود گوش گل و بیرحم باشد باغبان | پس چه حاصل زین همه شور بکائے عندلیب
در رهش سازد فدا هر لحظه جانِ تازه | چون نسیم گلشن آمد جانفزائے عندلیب
جلوه در گلشن نمود و شد گرفتار قفس | آشیان خوش بود جا انزوائے عندلیب
دشمنی با یکدگر لازم بود در عاشقان | عندلیبے کس ندیدست آشنائے عندلیب
عاشقان را شادیٔ غیر از غمِ معشوق نیست | خار خارِ گل بود درد و دوائے عندلیب
گر هوس داری دلِ خود را کنی در باغ گم | نازِ گل آن سو ببین این سو نوائے عندلیب
رنگ می ریزد بجائے خون بهر سو اے عجب | گرچه این بزم ست میدانِ وغائے عندلیب

عشق را در مجلسِ ویران که دید و این نگفت
در چمن خالی مبادا گاه جائے عندلیب

نماید از چراغان بسکه رشکِ لاله زار امشب | بقدرِ چشمِ انجم بین بدل داغِ بهار امشب
گدائے ماه هر در پرده دارد جلوه فرزی | بجائے مشک بر هر داغِ تن شد نوربار امشب
گرفت از من کنار آن بحرِ خوبی تشنه من بودم | مقرر بود گوئی از پئے بوس و کنار امشب
چه خوش خوابیکه بختِ من به بیداری همی بیند | که صیادِ دلِ عالم مرا باشد شکار امشب
بدورِ ساغرِ ساقی غمِ دوران نمی باشد | بنائے عیش و شادی می نماید پایدار امشب
اگر ضیغم نبردی جان طفیلِ سخت جانیها | نزاکتهائے نازش را که کردم زیر بار امشب

کسے جز شمعِ محفل کے نماید اشکبار امشب . . . .

بجوشِ مستیٔ شادی نباشد گریۂ شادی
کہ ہر تلخ تو باشد چوں شرابِ خوشگوار امشب

کن دور گردِ حرص چو باشی صفا طلب — گر میکشی چراغِ دلِ خود ہوا طلب
تا کے دلِ تو غنچۂ باغِ فسردگی — از آہِ سرد گرمیٔ فیضِ صبا طلب
درد تو قوت و قوتِ جانِ حزینِ من — ایں درد را چگونہ تواں شد دوا طلب
اندوہِ عشق را بدلِ شاد جاے دِہ — مہماں عزیز ہست بعشرت سرا طلب
در راہِ شوق نقشِ قدم نیز رہبر است — اندیشہ کن ز غول مشو رہنما طلب
پائے طلب شکنجۂ آزارِ خود مکن — ہر مطلبِ تو از دلِ بے مدعا طلب
کال عیارِ سکۂ داغِ وفا نماے — از یار و روزگار سراسر جفا طلب
بر سر فتاد بارِ بلا استخواں شکن — زنہار شرحِ آں ز منِ مبتلا طلب
دانی کہ دولتے بشہادت نمیرسد — در زیرِ تیغ سر نہ و ظلِ ہما طلب
دنیا و آخرت طلبِ عام مردم است — بیگانہ شو ز خلق و ورائے خدا طلب
خواہی وصالِ آں بتِ کافر اگر تو عشق — چوں گوئیت کہ مطلبِ خود از خدا طلب
برخیز عشق زود چہ غافل نشستۂ — ق ۱ — دستِ دعا بر آر اثر شد دعا طلب
آئینہ از فیضِ خدا ذاتِ پاکِ اوست — ۲ — از خاکِ پائے شاہِ دکن کیمیا طلب
ہر مطلبے کہ ہست بخواہ از خدیوِ خود — ۳ — اقبالِ آں جناب ز فضلِ خدا طلب

پابندِ بادِ سایۂ لطفش زعدل و جود — لائقِ علی است خلق و خدا را رضا طلب

من مستحقِ خاص نوالِ عمیمِ تو

(مورخہ ۱۹ ذی قعدہ ...)

هر وقت و موقعے کہ بیابی مرا طلب

نہ زیرِ سنگ مرا دست و پیش پا سنگ است — بلائے چرخ بسر نیز بر ملا سنگ است

دلے بعاشق خود دہ کہ دل ترا سنگ است — طبیبِ دست چو هر کو و کہ دوا سنگ است

براہِ شوخیِ حسنت اگر حیا سنگ است — تو شیشہ گیر برین سنگ شیشہ ہا سنگ است

ز دردِ دوریِ آں خون گرفت هر زخمم — تو دستِ سنگدلم طرفہ ما جرا سنگ است

ملامت است جواب فضیحتم چہ کنم — کہ بر فشانیِ نخل مرا جزا سنگ است

رسد ز دستِ بُتے بسکہ سنگ بر سر سنگ — بحیرتم کہ بہ بخشش مرا کجا سنگ است

صفاست واسطۂ زور بر گراں جاناں — ز دستِ آب بفریاد آسیا سنگ است

نگاہ در دلِ خود گر نمی کنی بارے — ببیں کہ آبینہ خوب ناما سنگ است

بکوہسار رواں چشمہا کہ می بینی — بسوزِ عشق کسے آہ در بکا سنگ است

چہ خوشنماست بدیدہ چہ پُر جفاست بدل — بتے کہ سیم زبہر خود بما سنگ است

دلے چو شیشہ مراست نازکیست بہ بر — ملامتِ تو بمن شیخ بخطا سنگ است

ز سرد و گرم شب و روز تا کجا نالد — دلست در برم آخر نہ ابجدا سنگ است

بلِ زمانہ منم در مصافِ شعر و سخن — بدست آمدہ اینک عجب مرا سنگ است

بدستِ همتِ صدرِ جہاں نگاہ بکن — کہ خاک زر بود و لعلِ بے بہا سنگ است

نثارِ حضرتِ یاورِ علی[۵] سرم بادا ‌ ‌ ‌ بشوقِ درگہش از سر کجا جُدا سنگ است

بسانِ باد بود عشقِ تو پریشاں گرد
چو در ہوائے تو بینیم پا بجا سنگ است

سخنم گو رواں فزا یاد است ‌ ‌ ‌ چکند با دلش کہ فولاد است
لعلِ خاموشِ یار را نازم ‌ ‌ ‌ کہ ازو ہر کسے بفریاد است
من ز خاکِ رہش نہ برخیزم ‌ ‌ ‌ ناتوانی ببیں کہ افتاد است
چشمِ مخمورِ آن بتِ ترسا ‌ ‌ ‌ آفتِ جان و دینِ زہّاد است
تا کہ منظورِ یار آئینہ شد ‌ ‌ ‌ دل چہ گویم خراب آباد است
عہد ہائے تو یاد باد ترا ‌ ‌ ‌ آنچہ تو گفتۂ مرا یاد است
بندِ زلفش دراز دیدہ بخود ‌ ‌ ‌ دل گماں می برد کہ آزاد است
سیرِ بستاں نمی توانم کرد ‌ ‌ ‌ بدلم قامتے چو شمشاد است
بر امیدے بود قیامِ جہاں ‌ ‌ ‌ حیف ایں خانہ سست بنیاد است
حرفِ حزنم چہ نقشِ شیریں شد ‌ ‌ ‌ خامہ ام تیشۂ شوقِ فرہاد است

صحبتِ عشق و دخترِ رز خوش باد
پیرِ دیرینہ تازہ داماد است

خاکم از عشقِ آتش ایجاد است ‌ ‌ ‌ گریہ ام آب شد فغاں باد است

---

۵ :- ملاحظہ ہو نوٹ صفحہ (۱۲)

بیم و امید در دلم جا کرد — سازگاری مرا با ضدا داست
ستم او چوں لطفها دارد — شکر گویم چه جائے فریاد است
زر داغ و گهر ز اشکِ نمش — غم هجران یار شدا داست
زندگی شد عذاب عاشق را — ملک الموت وقتِ امدا داست
غم و شادی هجر و وصلش نیست — دلِ خوش حال بسکه آزاد است
کاخ گردوں بسان نقش برآب — خوش بنائے نهاده بر باد است
حُسن محتاجِ من شود آخر — عاشقی دولتِ خدا داد است
بر گرفتار خود ترحم کن — که غلام مطیع و منقاد است
پس خرابات را کنم آباد — کیں ز پیر مغانم ارشاد است

شوقِ دیدار عشق را نازم
که بعلمِ نظر چه استاد است

هر چند که رفتن برهش سهل سفر نیست — شوقے اگرت هست دلا هیچ خطر نیست
حیرت زدگانش همه از دیده گزشتند — نقش قدمے آه دراں راهگذر نیست
در شوقِ بناگوش تو جاندادهٔ دل من — شمعیست که شرمندهٔ فیضان سحر نیست
در آئینهٔ حیرتِ ما تابِ جمالش — رنگِ چمن و آب گهر نور نظر نیست
رُو پوشش مشو یار که در خواب و خیالت — صد بار بدیدیم و ترا هیچ خبر نیست
از کثرتِ داغِ غمِ هجرِ تو چگویم — یک لحظه بسر نیست که صد شعله بسر نیست

نرسم که شرر خرمن اشکم همه سوزد — آبے خنکے نیست که آں برق اثر نیست

عجز من افتاده رساند بدر دوست — بے بال و پرے را پر پرواز دگر نیست

نیک و بد [1] همه یک رنگ نماند — گر قطع نظر نیست بچشم تو بصر نیست

آخر دل برگشته بگو یار کجا رفت — در خلوتِ[2] (ناز) تو کسے را چو گذر نیست

ایں طرفه که گم گشتگیش قاصدِ ما شد

آمد خبرِ یار و ز دل هیچ خبر نیست

چوں[3] رسم نادر دلدار چه سودائے هست — در میاں وحشتِ دل و چشم چو دریائے هست

لہ اصل میں کوئی لفظ رہ گیا ہے "گیتی" "دُنیا"، "عالم"۔ یہ تینوں لفظ غالباً یہاں بیٹھ سکتے ہیں ۱۲

لہ اس کے بعد کا لفظ (ناز) پڑھا نہیں گیا کاغذ پھٹا ہوا تھا اتنے الفاظ بھی مشکل سمجھ میں آئے "ناز" کا لفظ قیاسی طور پر رکھکر مصرع پورا کر دیا گیا ۱۲

سلہ مولانا حالی جب حیدرآباد تشریف لائے تھے تو والد ایک ملاقات میں مولانا سے فرماتے تھے کہ آپ کی غزل "گیرائے ہست" حیدرآباد آئی تھی اسطرح پر یہاں مشاعرہ ہوا تھا غالباً یہ غزل اسی مشاعرہ کیلئے موزوں کیگئی تھی مولانا حالی کے مجموعہ منظومات فارسی میں غزل مذکور موجود ہے جس کا مطلع ہے۔

یار با تست گرت جذبهٔ گیرائے هست — یوسف آخر رود آنجا که زلیخائے هست

اسی ملاقات میں مولانا حالی نے مولوی عبدالعلی صاحب والہ مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے اُن رباعیات کو سنایا تھا جو انہوں نے والہ مرحوم کی رباعیات مدحیہ کے جواب اور تحفۂ شیرینی کے شکریہ میں کہی تھیں۔ جو ان کی کلیات میں درج ہیں۔ اس وقت تک مولانا کو معلوم نہ تھا کہ والہ صاحب والد مرحوم کے چچا اور صاحب دیوان ہذا کے علاتی بھائی ہوتے ہیں۔ وہ ان کی شکل و شمائل اور رنگ روپ سے ان کو ایرانی سمجھتے تھے راقم الحروف بھی اس ملاقات کے وقت موجود تھا۔ اس لئے بمناسبت مقام اس واقعہ کو درج کر دیا گیا۔ ۱۲

با دلِ خستہ و بدحال کہ بنیند مدام / خلق گویند مرا شوخ دل آرائے ہست
مست گردیم و دگر پردۂ ناموس دریم / کز حجابِ نگہِ شوخ تو ایمائے ہست
در رہِ شوق ہمیں دیدۂ خونبار ببیں / بر سرِ خار اگر آبلۂ پائے ہست
سر بہر از مے عشقِ تو چہا شیشہ و خم / کہ تہی کاسہ فلک زاں ہمہ مینائے ہست
طائرِ دل چہ رَوَد از نگہ و مژگانش / شاہبازیست کہ با پنجۂ گیرائے ہست
زلفِ پُرتاب و لبش دم نزند آہ مرا / دلِ بے صبر کجا جان شکیبائے ہست
ایں تبسّم نبود بر لبِ خونخوار ترا / چوں نکو می نگرم زنگِ تمنائے ہست
صورتِ دیدنِ حسنت نشد و مشتاقاں / روئے ہر یک نگراند تماشائے ہست
عاشق از تو نزند حرف و شنیدن دارد / نیم جانش چو کنوں بر لبِ گویائے ہست

کس گرفتارِ بدامِ تو نگردید ہنوز
عشقِ بیچارہ شنیدیم کہ شیدائے ہست

بیں نگہ در دیدنِ نازِ تو رنجیدن نداشت / دیدۂ حیرانِ ما آئینہ ساں دیدن نداشت
از حجابِ عاشقی اے شوخ پرسیدن نداشت / در خموشی نالہا کردیم و نشنیدن نداشت
خوش نگہبانِ بُوَد ایجاں چشمِ مشتاقِ منش / آں تنِ چوں سیم و زر دیدی و ورزیدن نداشت
با چنیں وحشت کہ دارد چشمِ جاناں حیرت آبست / رفتہ خود را بسوئے خویش نکشیدن نداشت
ساقیِ ما بود دریا دل و لے ما را چہ سود / بیدماغی فرصتِ یک جام نوشیدن نداشت
خوش برنگِ پاں خورد خونِ دلِ مشتاق را / ایں قدر لعلِ لبش باریک لیسیدن نداشت

چون نگریم چون کنون در خشک سالِ شوقِ او / حسرتے باریدا ز چشم که باریدن نداشت

چون کنم زارا روزبون از کردهٔ خود گشته ام / زشت خوئے را بجز رو پسندیدن نداشت

باغِ حسنش صد گلِ نیرنگ بنموده ولے / اضطرابِ دل بشوقش تابِ گل چیدن نداشت

رشته دار زلفِ بیتابی ز سوزِ داغ کیست / این قدر دودِ نفس زین پیش پیچیدن نداشت

خوب شد هر شعر وصفِ حسنِ قلاشانه شد
بے بہا آمد متاعِ عشق وارزیدن نداشت

بد مکافاتے گناهِ بوسه دزدیدن نداشت / از عتابِ ناز ترسیدیم ترسیدن نداشت

شد ستم اے ناله بر من هرزه کوشیدن نداشت / نارسائیها گوشِ او رسانیدن نداشت

آب و تابِ دل بعشقِ او ازین گل کرده آه / اشکِ خون در پیش آن بیرحم باریدن نداشت

هر گلِ باغِ جهان آشفته می سازد دماغ / بوئے عطرِ دلکشِ خلقِ تو بوئیدن نداشت

خاص چون از بهرِ او دامِ تغافل چیده بود / صیدِ ما چندان بخود بالیده گنجیدن نداشت

این تماشه گاه هر فرزانه را دیوانه ساخت / خنده بر وضعِ جهان کردیم خندیدن نداشت

سر نگونی سر بکارِ دلِ صد چاک بود / شانه بر زلفش عبث پیچیده پیچیدن نداشت

زاشکِ رویش[سہ] پاک کردن دیدهٔ تر مشکل است / آن نزاکت پیشه ابدال تابِ گل چیدن نداشت

آبرویش ز آتشِ شوقِ دلش بر باد رفت / می طپد عاشق نهان در خاک غلطیدن نداشت

عقدها افتاده در کارِ پریشانی مرا / مصرعِ پیچیدهٔ زلفِ تو فهمیدن نداشت

سہ: یہ لفظ غالباً "رویش" ہوگا۔ کاغذ پھٹا ہوا تھا۔ اس لئے پڑھا نہیں گیا (۱۲)

بر لبم رنگِ سخن در گوش دلها درد شد — این قدر خون دلم چون باده جوشیدن نداشت

اشتباه رنگ تو بر جسم تو غالب شد آه
ای ستمگر جرم عشق زار بخشیدن نداشت

دل بشوقِ دیدنش از جور ترسیدن نداشت — چشم پوشیدیم زنیسان روی او دیدن نداشت

دانهٔ آئینه پاشیدیم و پاشیدن نداشت — سروِ آه از اشک ما بالید و بالیدن نداشت

این چه استغناست ایجاد او قریب گشد — حال را بخورِ فراق از دور پرسیدن نداشت

ایدل ار جرأت نبودت عشق ورزیدن چه سود — عاقبت رسوا شدی از ترس ترسیدن نداشت

بی سر و پا گشته ام هر چند در سودای تو — در خیالم جز سر کوی تو گردیدن نداشت

سر بدام شهرت ای مجنون فتاد آخر ترا — پای در دامانِ دشت و کوه پیچیدن نداشت

غافلی بیمارِ هجرت رفت در ملکِ بقا — در کمالِ ضعف خود از جای جنبیدن نداشت

غیرتِ من در طلب او را نشان نگذاشتست — ره بنقشِ پای او هر گام مالیدن نداشت

از هلالِ ابروِ جانان اشارت دیده ام
بیش ازین جسمِ نزارم عشق کاهیدن نداشت

تا نفس چون دودِ زلفِ یار پیچیدن نداشت — بوی داغ دل ز حرفِ ما ترا دیدن نداشت

در خیالِ وصل او در خواب خندیدن نداشت — چون شدم هشیار کیهان زار نالیدن نداشت

پندِ من دیدی دلا افسوس نشنیدن نداشت — بشنو اکنون صد ملامت روی او دیدن نداشت

آتشی در جسم و جان از صحبتِ دل افتاد — ما بگردِ شمع گردیدیم و گردیدن نداشت

نشئه دردِ سرِ شوقش دوبالا گشته است — صندل از خاکِ رهش بر جبهه مالیدن نداشت
شوخ چشمم بین دوشش در بزمش بوسیدم دهان — یار را بوسید از من جائے بوسیدن نداشت
در هوائے شوقِ او ایدل چو میلرزی بخود — بر سرِ آں شعله خو چوں باد پیچیدن نداشت
هر کسے بر جائے من اکنوں بگرید زار زار — حیف بر دیوانگانِ عشق خندیدن نداشت
یار مستِ خوابِ ناز و من چنیں بیدار حیف — عشق در یک پیرهن با حسنِ خوابیدن نداشت
تا بروچشمے رسید از ما زهم پاشید آه — دفترِ جمعیتِ احباب پالیدن نداشت

اغنیا ز آخر شبک شد در نظرها آه عشق
با گهر شعر مرا سنجید سنجیدن نداشت

آه عذرِ لنگ آں عیار نشنیدن نداشت — پر مکان غیرمی شد در رهش دیدن نداشت
یک نظر بس بود دیگر سیر او دیدن نداشت — جز رخش از هرچه باشد چشم پوشیدن نداشت
انتظامِ کشت و خوں بر گردنِ قاتل بماند — ایں قدر رو در دیدیم اهمال ورزیدن نداشت
گر اجازت داد بهرِ دیدنِ خود بیں نبود — ما غلط کردیم از دے وقتِ پرسیدن نداشت
بے سر و پائے ترا در جستجوئے قیس بس — سر زخارِ پائے خود در راه خاریدن نداشت
بے نیازش را ز سر خاریدنِ مطلب چه کار — آه محرومی کفِ افسوس مالیدن نداشت
کے شود قوت گوارا اے جنوں ایں دانها — از دهانِ زخمِ پا زنجیر خائیدن نداشت
بیقراری از دلِ من یافت تسکیں عاقبت — ایں نمط سیماب بر آئینه چسپیدن نداشت
بیں گلوئے خشک و فوارهٔ خون گشته است — ایں قدر بر کشتهٔ خود تیغ باریدن نداشت

هیچکس نادان تر از زاهد نباشد در جهان | از خدائے مہربان ترسید ترسیدن نداشت

در قبول و ردِّ عرضِ حالِ عشق افتاد شک
هر سرے در بزم او چون شمع جنبیدن نداشت

این قدر زاهد بشوقِ حور ازرزیدن نداشت | رُو بسوئے کعبہ و از دل بُت پرستیدن نداشت
(از تو راضی شد همه[1]) ابد وست رنجیدن نداشت | عشق ورزیدن وفا کردن نکوهیدن نداشت
چون شود از خوابِ ناز آن فتنہ گر بیدار آہ | خونِ ناحق کشتگانِ عشق خوابیدن نداشت
خوش لبِ لعلت بخونم میکند بازی مدام | از سرِ شوخی بساطِ بوسہ برچیدن نداشت
ما بہ تنهائی زبانِ خامشی بکشوده ایم | خوش سرودے بے گل گوشے سرائیدن نداشت
مجمعِ گل با پریشان نالۂ بلبل کجاست | اے صبا ہنگامۂ گرمی فروچیدن نداشت

دم مزن از ہستئ خود گاه ہست و گاه نیست | بہ کہ معدومش شماری خواه ہست و خواه نیست
یکدمے نبود کہ از مہرِ تو ام ایماه نیست | دل بسوز و نالہ بر لب در جگر چون آه نیست
روئے و خوئے آتشین است بس کہ باشد دلنشین | نیست در عالم دلے ایجا کہ آتش گاه نیست
من شہیدِ عشوهٔ بیدادِ نازت گشتہ ام | گوش بر نہ غیر وه، وه ہیچ در افواه نیست
گاه گاہے می کشاید بر رُخِ امیدِ ما | یک درِ لطفے کہ غیر از باب صد اکراه نیست
دل نمیداند کہ چون سازد بسوزِ خویشتن | آتشِ لعلش ز خط تا آب زیرِ کاه نیست
گر کشم آہے بہ ہیبت میرسد تیرے بہ دل | وه کہ جرمے سر نزد از من کہ بادافراه[2] نیست

؎۱ یہ الفاظ برابر پڑھے نہیں گئے، قیاساً لکھدئے گئے ۱۲ ؎۲ جزا و مکافات ۱۲

اے عزیزاں سحرِ بابل غنغش دل را نمود — یوسفِ گم گشتۂ ما را اگر یرا ز چاہ نیست

عکسِ حسنِ بے نظیرش در دل و در دیدہ ماند — اینچنیں آئینہ ہا گور و کشِ اشباہ نیست

جلوہ ہائے حسنِ تو از بسکہ ہر جا نش گرفت — دخلِ عشقت در دلِ تنگم کنون با قد نیست

عشقِ حیرانم کہ در توصیفِ[1] آں سرو بلند

---

[1] : عجیب اتفاق ہے حضرت عشق کے جس قدر مسودات میرے پاس موجود تھے اُن کو مرتب اور صاف کر کے مطبع کو روانہ کر دیا گیا تھا کہ یہ غزل اور اس کے ساتھ اور متعدد غزلیں جو اپنی اپنی جگہ ملحق کر دی گئی ہیں مجھ کو بمقام رائچور شاہ باقی صاحب کی ایک بیاض میں دستیاب ہوئیں جس کا شان و گمان بھی نہ تھا والد مرحوم کے منظومات میں میں نے ایک رباعی شاہ باقی صاحب کی مدح میں لکھی تھی جو مدگل میں جب کہ وہ ضلع لنگسگور کا ایک تعلقہ تھا تحصیلدار تھے۔ اس سے زیادہ مجھے شاہ صاحب کا کوئی حال معلوم نہ تھا میں نے اُن کے متعلق یہاں بعض لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُن کے باقیات الصالحات میں ایک فرزند محمد محمود صاحب یہاں مقیم ہیں اور اُن کے پاس شاہ صاحب کا ذخیرۂ کتب بھی موجود ہے جب اُن کو یہاں میری موجودگی کی اطلاع ملی تو قدیم روابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ خود مجھ سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔ تقریباً ۹۰ سال کی عمر ہے لیکن ہوش و حواس درست ہیں۔ شاہ صاحب اور والد مرحوم کے حالات اور قدیم واقعات آبدیدہ ہو کر بیان کرتے تھے میں بھی اُن کے دولت خانہ پر کئی مرتبہ حاضر ہوا اپنی ساری کتابیں میرے سامنے لاکر رکھ دیں اور بہت محبت اور عنایتِ بزرگانہ کے ساتھ پیش آئے شاہ صاحب نے تصوف کی کتابوں کا اچھا ذخیرہ جمع کیا تھا انہی کتابوں میں بیاض مذکورۃ الصدر اور شاہ صاحب کا دیوان اور منشآت اور بعض دوسرے رسائل دیکھنے میں آئے ۱۲ - (۱۷ ار شہریور ۱۳۴۸ف بمقام رائچور

(جامع دیوان)

نوٹ: - افسوس ہے کہ دورانِ طباعت میں اُن کا انتقال ہو گیا (۱۶ دے ۱۳۴۹ف۔)

فہم قاصر باشد ولیکن زباں کوتاہ نیست

ہر شب کنم ز طرّۂ طرار یار بحث
ہر روز می رود ز رُخِ نوربار بحث

لب بستہ ام کہ ہیچ نیاید بکار بحث
یک خامشی ز یار و زمن صد ہزار بحث

دود چراغ کشتۂ پُر نور دل بود
شمع دماغ سوز زباں زندہ دار بحث

ہر سادہ دل فریب زرنگینیش خورد
گلہائے داغ دارد باشد بہار بحث

دعوئے ہمیں خوش ست کہ ثابت نمی شود
ہرگز مدار کارِ محبت مدار بحث

گفت و شنید ہر دو گواہانِ صادق اند
در عاشقی نیامدہ مقصد برار بحث

مشتاقِ وصل باشم و حجت چہ حاجت ست
ایجاں ستم بود ز من بیقرار بحث

شادم نماند بس کہ غبارم بباد رفت
آں نے سوار را ز منِ خاکسار بحث

دائم دلیل شوق بجائے نمیرسد
کم کم مباد عشق شود بے شمار بحث

بیچارہ من و چشم ترحم چہ تواں کرد
بستند مرا بر تو چو مردم چہ تواں کرد

شد چشمِ ترم غیرتِ قلزم چہ تواں کرد
بیتابیِ دل رشکِ تلاطم چہ تواں کرد

از گریہ مرا چارہ نباشد بفراقت
بے مہر بود جلوۂ انجم چہ تواں کرد

صد خواہشِ دل تا بلبم آمد و برگشت
نے صبر و نہ یارائے تکلم چہ تواں کرد

تا سُرخ کند چشمِ ترم را بتماشا
شد لعلِ تو ہمرنگِ تبسم چہ تواں کرد

کو خواب نہ ہجرِ تو کزیں دیدہ و مژگاں
ہر خار بود بسترِ قاقم چہ تواں کرد

با طالعِ ناسازِ در اندوهِ جدائی — جز نالہ جانکاہ ترنم چہ تواں کرد
ساقی زلبِ نوش کرم کن دو سہ جامے — من تشنہ و خالی شدہ ہر خم چہ تواں کرد
بیزار ز انصاف چو شد یارِ ستمگار — خاموش نشینیم تظلم چہ تواں کرد
جورست و جفا شیوۂ خوبانِ دل آزار — با طبع چنینند تحکم چہ تواں کرد
دل میرود از خویش بشوقِ دہنِ او — خود خضر دریں راہ زند[1] گم چہ تواں کرد

در حالتِ خود عشق ہمی گفت بتکرار
بستند مرا بر تو چو مردم چہ تواں کرد

گر بتابد ہمہ خورشید کجا صبح شود — شامم از طلعتِ آن ماہ لقا صبح شود
انتظارست مرا شمعِ شبِ وصل ہنوز — سینہ را وا نکند یار کہ تا صبح شود
تکمہ از بندِ گریبانِ تو آزاد نشد — روئے از مہر کجا یار جدا صبح شود
شب بسودائے سر زلف سیہ میگذرد — کاش در نور بنا گوشِ شما صبح شود
بادۂ خواب خدایا بکند مدہوشش — تشنۂ وصل مگر روزہ کشا صبح شود
شمع دل زندہ کہ شبہائے غم را چہ خبر — بہر عالم ہمہ گو روح فزا صبح شود
رفتۂ شوقِ تو از بسکہ سبک روح بود — محو در پیروی بادِ صبا صبح شود
ورد نامِ تو شب و روز بامید دارد — عاشقِ تو نہ ہمیں گر مدعا صبح شود
معنیٔ جلوۂ خورشید رخے تا فہمد — صورتِ آئینۂ صدق و صفا صبح شود

---

[1] :- شود گم ۱۲

رقمِ مهرِ تو بر دل کشد و می ترسد — که ز انجم نقط سهو نما صبح شود

کوکبِ طالعِ من عشق که رخشان بادا
نگذارد که شبِ قدر مرا صبح شود

سرگرمِ فغانِ بلبلِ دلخسته چو من شد — بر باد چو بوئے گل ازیں رنگ چمن شد
بیگانگیِ ما باز چه نیرنگ برآرد — رنگے که بدل بود ز خوں صرفِ سخن شد
نظارگیِ باغ تماشائے تو حیران — روئے تو گہے گل بود و گاه سمن شد
ز آثارِ حیاتم بفراقِ تو چه پرسی — دانی که جدا جانِ عزیزم ز بدن شد
خونِ دلِ من جوش زند در خمِ زلفش — بر باد چها رایحهٔ مشکِ ختن شد
در شوقِ حدیثت همه تن گوش بماندیم — کردی تو نگاهے که به از حرفِ زدنا شد
یا رب بکه گویم و چه گویم که چه حال است — شرمندگیِ عشق مرا مهرِ دهن شد
شاید که تو هم قدرِ من اید وست شناسی — کز هر هنرے عشقِ تو ام پیشهٔ فن شد
بیں جوشِ بهارِ دلِ پر داغِ من ای دوست — از پرتوِ روئے تو چو آئینه چمن شد
شوقِ تو عجب فتنه گر آمد چه کنم آه — آں دل که چو جاں داشتمش دشمنِ من شد

رنجِ سفر و زحمتِ غربت نشناسم
غربت که میخانه مرا عشق وطن شد

از خویش دلم در پئے آرام وطن شد — این باعثِ گمراہیِ آواره شدن شد
دانی که چها بر سرِ من رفت بهجراں — تن زحمتِ جانم شد و جاں آفتِ تن شد

از سوزشِ دل نیست مرا فرصتِ یک دم
هر ناله که نو را سبب این داغِ کهن شد

آخر دلِ دیوانه چه هشیار بر آمد
کز لطف جفاهائے تو ممنونِ مِحن شد

بیتابیِ دل را بهوائے تو قرار است
دریاب زخاکم که همی جمله کفن شد

از مطلبِ خود هیچ نگفتیم و بفهمید
فهمش چه رسا گشت و چه وقادِ ذهن شد

جانبازیِ خود بر سرِ خود خوب به بندد
بازیگرِ دل را که فغانهاش رسن شد

از بس بهوائے تو بود باز شب و روز
از دیدهٔ من آرزوِ گرم نشدن شد

وارسته دلم با همه آشفته نظامی
چون واقفِ آن مخزنِ اسرار دهن شد

در سیرِ بهارِ گلِ داغِ دلِ خویشم
تا دور ز چشمِ ترم آن رشکِ چمن شد

بسیار سخن هست ولے عشق چه گوید
در خلوتِ وصلِ تو که دشوار سخن شد

هر چند که دشوار ترا حرف زدن شد
پر سوز لبِ لعلِ تو بسیار سخن شد

هر تلخ که گفتی بمذاقم شکرین است
نازم بدهانِ تو عجب سحرِ سخن شد

از میوهٔ فردوس فریبے نخورد باز
شیدائے تو دل دادهٔ تارنجِ ذقن شد

نقشِ قدمِ نازِ تو هر جا که فتاد است
از پردهٔ چشمِ ترِ من فرش نگن شد

اے زلف مده تن بشکستش بشکنها
ما را دلِ صد پاره ترا پارهٔ تن شد

هر دم بخیالِ تو نهان بود بجائے
شیدائے تو ایجان تنِ تنها ز وطن شد

از مرهمِ کافورِ دلم سرد بر آمد
تا پنبهٔ زخمِ جگرم ناخنِ من شد

آمد کہ برد دل ز ادبِ ہیچ نگفتم ۔۔۔ دستے کہ بدل داشتمش پیشِ دہن شد

در ذیلِ شبِ ہجر بکش جامۂ عجزم ۔۔۔ چوں بہرِ شہیدانِ تو مہتاب کفن شد

آں دل کہ ز مرغانِ چمن باز رمیدی ۔۔۔ افسوس کہ ہم زمزمۂ زاغ و زغن شد

ہر معنیٔ رنگین چو گل تازہ بود عشق

در سیرِ بہارم کہ مرا طبع چمن شد

چوں از لبِ خندانِ تو تقریبِ سخن شد ۔۔۔ ہر غنچۂ گل را بچمن باز دہن شد

بر خویش چرا زلفِ تو اے شوخ نہ پیچد ۔۔۔ آرام گہِ دل اگر آں پیچ و شکن شد

تحصیلِ فنِ عشق چہ آساں بود اے یار ۔۔۔ بالائے تو بس یک الفِ سینۂ من شد

ماتم زدۂ دل منم و ہیچ نپرسید ۔۔۔ آں تازہ جواں تارکِ دستورِ کہن شد

خود بیکسیٔ کشتۂ بیداد چہ باشد ۔۔۔ از راہِ وفا لیش چو کفِ خاک کفن شد

چندانکہ دلیرانہ دلم بود زبوں گشت ۔۔۔ آہوئے تو اے یار عجب شیر فگن شد

اے رنگِ بہاراں ز مدد اے مددے کن ۔۔۔ از شاخِ گلم خامۂ کاغذ سمن شد

با نورِ یقیں خلطۂ دل چیست چہ گویم ۔۔۔ شک نیست کہ چوں آں لطفۂ جاں دیدن شد

آسودہ نگشتیم ز سعیِ طلبِ تو ۔۔۔ تا خاکِ رہِ شوقِ تو مارا ہمہ تن شد

یا شد بدلم آنچہ مرا وردِ زبان ست ۔۔۔ در شکلِ زبان لختِ دلِ من بدہن شد

در خاکِ ذکا[1] برد کلیدش گرائے عشق

---

[1]: — حبیب اللہ ذکا۔ صاحب "خاش وخاش" ۱۲

مسدود چساں آہ در گنجِ سخن شد

صد محابا بہرے ساقی تباواں میرسد — گردشِ چشمے بکارِ پریشاں میرسد
از گلِ داغیکہ از بستانِ حرماں میبرد — دستِ سوزِ عشق او دل تا بداماں میرسد
دیگراں را سیرِ گلشن ایں دلِ خوں گشتہ را — یادِ آں شاخِ گل و سروِ خراماں میرسد
در شبِ ہجراں خیالِ خوابِ وصلش می کنم — صد قیامت بر سرِ من بامداداں میرسد
کے شود روزی مرا یارب خبرِ صومِ وصال — تشنہ کامِ وصل را ہر روزہ ہجراں میرسد
شکوہا از شکوۂ خود کردم و سودے نداشت — صد پشیمانی مرا زاں ناپشیماں میرسد
نالۂ دل گر ضعیفہاست ہمرنگِ شمیم — کے بگوشِ آں گل از زلفِ پریشاں میرسد
میتواں آساں رفو کردن دلِ صد چاک را — زاں نگہ گر رشتہ و سوزن ز مژگاں میرسد
صد مبارکباد اے مشتِ غبارِ راہِ شوق — کودکے بر مرکبِ نے برقِ جولاں میرسد
ترسِ تیغِ ابرو و تیرِ مژہ ہیچ است ہیچ — چوں شجاعت زاں لبِ نوشینِ خنداں میرسد
کشتیٔ امید را صد رخنۂ بیم است و باز — برکنارِ عفوِ تو از بحرِ عصیاں میرسد
گر پریشاں گفتگو باشم مرا معذور دار — در تبِ ہجرِ بتے نوبت بہ ہذیاں میرسد

عشق در الفت دلم آئینہ دارِ حیرت است
مشکل از مشکل برد آساں ز آساں میرسد

تا زیستم نوشتنِ شوقم شعار بود — دل داشتم بدلبر و دستم بکار بود
رسوائے عشق در ہمہ شہر و دیار بود — آں کودکِ دلم کہ ترا در کنار بود

تا آن زمان که دیده بشوق اشکبار بود — باغِ امید خون شده دل در بہار بود
نازم بہ ہوشیاریٔ بے آرزوئے دل — در بندِ زلفِ یار چہ دیوانہ وار بود
جاں را نثارِ مژدۂ وصلِ تو کردہ ام — سرمایۂ حیات مرا انتظار بود
بیتابیٔ تو اے دلِ خود کام گونۂ — آرام بخشِ جانِ منِ بیقرار بود

دیدم کہ عشق در رہِ مشکل گزار شوق
میرفت و بر ہوائے دلِ خود سوار بود

ظلمت حجابِ ایں دلِ بیہوش می شود — شمعِ زباں بعشقِ تو خاموش می شود
یارب چہ حالتست کہ فریادِ مشکلت — خاموشیٔ لبش بدلم جوش می شود
عاشق بشوقِ روئے خوش و گفتگوئے او — گاہے تمام چشم و گہے گوش می شود
ہر چند شکوہاش بسے یاد میکنم — در پیشِ یار جملہ فراموش می شود
صد گردشِ فلک بسر آید ز سر مگر — تا یار ماہ ہالۂ آغوش می شود
آید چو دیر و زود رود از برم کسے — شادیٔ من بغصہ چہ مغشوش می شود
ہر روز وعدۂ تو بفردا ہمی رود — امشب کجا بود کہ نہ چوں دوش می شود
در جلوہ گاہِ شوخِ قیامت خرامِ ما — کوہ وقار پنبۂ منفوش می شود
ناگفتنی ہزار بگوید کہ گوئیا — ارشادِ یار گویم و مے نوش می شود
جادو نگار سرمۂ دنبالہ دار کیست — لوحِ دلم ازاں ہمہ منقوش می شود
گوئی کہ خود فریفتۂ حسنِ خدمت ست — زاں خواجۂ کہ بندۂ آغوش می شود

دانا دلم ز فیضِ نگاهِ تو ساقیا — مست و خراب بادهٔ سرجوش می شود

هرکس بدورِ چشمِ تو مستِ گذاره ایست — جنّت اگر دهند که مے نوش می شود

شادم بحالِ خویش که عیشم بکام هست — هر تلخیٔ بیادِ لبش نوش می شود

شرمِ گناه مایهٔ فخرِ سبوکشاں — نازاں بزهدِ شیخ ریاکوش می شود

وارفتگاں پئے دلِ زارم گرفته اند — گوئی جرس بقافله جا گوش می شود

غم بر دلم ز رفتنِ شادی محال یافت — خالیست خانه صاحبِ آں موش می شود

سرگشتگی که بے سر و پا میرود بشوق — در زیرِ بارِ عشق سبکدوش می شود

سرتا بپا قصور چه دیدست عشق را
حسنِ تو عفو پاش و خطاپوش می شود

خواهشِ حرف گر از نازِ شما نتواں کرد — بخموشی چه تقاضائے ادا نتواں کرد

اضطرابِ دل اگر قبله نما نتواں کرد — خمِ ابروئے تو محرابِ دعا نتواں کرد

شده خاکِ رهِ نازِ تو مرا روئے نیاز — ایں نماز یست که اے یار قضا نتواں کرد

شکوه از روئے نکوئے تو همیں دارم و بس — که بحُسنے که بود مدح و ثنا نتواں کرد

تو چه دانی که فراقِ تو چه بیداد کند — که جدا آه ز لب از شورِ بپا نتواں کرد

ساقیا شربتِ اندوه ز بس پُر کردش — بادهٔ عیش به پیمانهٔ ما نتواں کرد

گرچه از پیشِ خود آں شوخ مرا میراند — چوں تواں رفت اگر رو بقفا نتواں کرد

عقدهٔ زلف کشادی که کشادی بندش — خوش اسیریست دلِ ما که رها نتواں کرد

چہ تواں کرد ز بیگانگیِ خوئے کسے — در بر خود ز جدائیش جدا نتواں کرد
سرائیں گریۂ مستانہ سلامت باشد — شعلۂ حسرتِ دیدار بپا نتواں کرد

عشق در نغمۂ بلبل کہ خزاں دیدۂ گلیست
چقدر رنگ ازیں سادہ نوا نتواں کرد

خویش را لاف زنِ زہد ریا نتواں کرد — ترکِ پیمانہ چو پیمانِ وفا نتواں کرد
این قدر خواہشِ دیدار بدل از پئے چیست — دیدہ از شرم برآں چہرہ چو وا نتواں کرد
تکیہ گر ہست بفضل و کرمِ دوست ترا — بخطائے کہ کنی ہیچ خطا نتواں کرد
بر لبِ دست و دلم دیدہ نگہباں گشتہ است — جز پئے دیدنِ روئے تو دعا نتواں کرد
سجدۂ شوقِ بتاں داغ نہ پیشانی ست — آہ زیں شرم دگر رو بخدا نتواں کرد
گر نہ بر باد دہد خاک مرا بیتابی — گردۂ آئینہ ہا رو بہوا نتواں کرد
چشمِ تر پائے بگل کرد بکویت مارا — خاکِ ما را بسر بادِ صبا نتواں کرد
اے جنوں لطف نکن زآبلہ ام پا افراز — دشتِ پرخار رہ گذر برہنہ پا نتواں کرد
نظرِ نرگسِ بیمار کسے در کارست — آہ زیں دردِ دل ما کہ دوا نتواں کرد
سرمۂ گردِ کدورت ز دلم می ریزد — سخنم آئینۂ طبعِ رسا نتواں کرد

دمبدم حسرتِ ہر کار بمن میگوید
کہ ز بیکاریِ خود عشق چہا نتواں کرد

خواہش این دلِ دیوانہ ادا نتواں کرد — لب بہ بستم کہ ترا شکوہ بجا نتواں کرد

بسکه در دیدهٔ خونبار کسے می گذرد — پاک از رنگِ حنا آں کفِ پا نتواں کرد
برملا راز دلِ خویش بگفتن بهتر — عاشقِ آں بتِ شوخیم حیا نتواں کرد
حسنِ او خوانِ کرم چیده و من گرسنه چشم — شوق را منتظرِ بانگِ صلا نتواں کرد
قحطِ طاقت بود و مزرعِ امید خراب — بارشِ گریه بپا نیست دعا نتواں کرد
گره از بندِ قبا باز نکردی ما را — بیش ازیں پیرهنِ صبر قبا نتواں کرد
دل که بنیائی صد رنگ کشی از خویش — نقش بر خاطرِ آسودهٔ ما نتواں کرد
لذتِ نعمتِ جورِ تو بکامِ دلِ ماست — گر زخوانِ کرمش زله ربا نتواں کرد
لفظ و معنی شده اے یار بهم می باشیم — که مرا از تو بشمشیر جدا نتواں کرد
بنگاهے چو توانی که کشی عاشق را — سهل کارے بود و ناز چرا نتواں کرد

ترسم اے عشق ز معشوق نداری پنهاں
واقفِ راز دلِ خویش ترا نتواں کرد

یادِ آں ناز و ادا جور و جفا نتواں کرد — دلِ ناکام پشیمانِ وفا نتواں کرد
بسکه ما را خبرے ناله زما نتواں کرد — برلبِ ما ز دلِ خوں شده جا نتواں کرد
حالتِ مشکلِ من آه ادب داند و بس — صبر نتواں بغمِ عشق و بکا نتواں کرد
آشنایانِ همه زیں بحر بساحل رفتند — ما بگرداب فتادیم شنا نتواں کرد
وزرهِ شوقِ تو آخر تنِ تنها ماندم — خضرِ گم گشته دلِ راهنما نتواں کرد
دل ز لعلِ لبِ تو چارهٔ خود می جوید — یا بدانیم تواں کردن و یا نتواں کرد

عشق گر بر لب من مهر خموشی بزند   حل هر مسئله اش تا بکجا نتوان کرد
بشنو این نکته ز من خنده مزن ای گلرو   غنچهٔ آرزوی هست که وا نتوان کرد
زود برخیزد اگر او ز دل من خوبت   ز انتظار تو چه شرمنده رجا نتوان کرد
دمبدم غنچهٔ لعلش چو نفس میدزدد   از گل خندهٔ او بوی حیا نتوان کرد
سایهٔ امن و سلامت نه فتد بر سر ما   جای در پای خم میکده تا نتوان کرد
مطلب بی غرضی آه چه اظهار کنم   که بدین حیله ترا کام روا نتوان کرد

آنچه هرگز نشنیدیم گهی میگوید
حرف عشق است درین چون و چرا نتوان کرد

زدم پا در ره شوقش سر پندار پیدا شد   ز سر هم چو گذشتم ناگهان دلدار پیدا شد
دمی با عشوهٔ ساقی[1] دل خود شاد گر کردم   برفت آن شادی یکدم غم بسیار پیدا شد
غبارم را بدل ایجاب مده ره این قدر گفتم   ازان آخر چگویم در میان دیوار پیدا شد
نکردم رنگ روی کفر این زهد ریائی را   شکستم سبحهٔ خود ناگهان زنار پیدا شد

نبودش همزبان و صد سخن میداشت اجادویش
ببستم من لب ای عشق و سر گفتار پیدا شد

حافظ قرآن روی یار تا دل کرده اند   فکر یاد هر چه غیر اوست باطل کرده اند
من ز هول اضطراب آرمیدن فارغم   تا مراسی پارهٔ چون دل حمایل کرده اند

---

[1] اغلب که لفظ "ساقی" بعد عشوه سهواً در اصل بیاض متروک شد ۱۲

رہروانِ شوق را آسودگی ممکن نبود — منزلے در ہر قدم آں سوئے منزل کردہ اند

دل ز رخِ خوب ترا آئینہ دار خوب بود — چوں کنم چوں پردہائے چشم حائل کردہ اند

گرمیِ ہنگامۂ پروانہ بجمر سوختند — تا نگاہِ شوق ما را شمع محفل کردہ اند

بوئے اخلاصے بلطفِ ظاہری ہرگز نبود — دلبرانِ زیں دلدہی ہا ہم چہ بیدل کردہ اند

در کشاکشہائے مرگ و زندگی افتادہ ام — کاں دو چشمِ نیمخوابم نیم بسمل کردہ اند

بحرِ جنبش موج زن زابِ گہر کردند و باز — دیدہ تا دیدۂ دیدار را سائل کردہ اند

ہر کجا کشتیِ دل افتد نیا شد بے خطر — غم بود دریائے و از را پاسِ ساحل کردہ اند

دل رود در چشمِ او چشمش نہ بیند سوئے دل — مست صہبا داست و نخچیرش چہ غافل کردہ اند

مستمع سرگشتۂ ہر وادئی چوں قیس باش — لیلیِ گفتار ما را چند محمل کردہ اند

در سرِ من عشق سودائے تکاپو حیف حیف
چوں مرا زیں دیدۂ تر پائے در گل کردہ اند

تا مرا مہجور از آں شیریں شمائل کردہ اند — تلخ کامیہائے عالم واصلِ دل کردہ اند

کردہ اند احساں کہ ما را سخت جانِ دل کردہ اند — بہرِ جورِ آں بتِ بیرحم قابل کردہ اند

وحشتے داد اند او را ایں قدر از ما چرا — گر دلِ ما را بسوئے یار مائل کردہ اند

بر دلِ پر نورِ ما داغِ سیہ روزی نشست — آب و تابِ مہر تا زاں ماہ زائل کردہ اند

ناز ہا بر یک دگر کردن خوش است انجامِ کار — عشقِ من حسنِ ترا از آغاز کامل کردہ اند

سالکاں را مایۂ آرام شد سرگشتگی — جادۂ دشتِ طلب گوئی کہ منزل کردہ اند

ای محجوب در کنج تنهائی حیا داران عشق | راز دل را از خموشی نُقل محفل کرده اند

در غرور رسوائی دیوانگی هر کس نبود | ننگ عالم کرده اند آنرا که عاقل کرده اند

گو هر یک دانهٔ دل بود کش جویندگان | از محیط اضطراب خویش حاصل کرده اند

عشقبازی بازیٔ طفل ست ...ﻟﻪ و عاقلان | کار آسانی چرا بر خویش مشکل کرده اند

بسکه باز و رِ جنون زنجیر آهن هیچ بود | بند تو را بدل از آن مشکین سلاسل کرده اند

باز می باشد از آن درهای جنت بر رخم | رخنها بر رشتهٔ مژگان که در دل کرده اند

دامن امید پُر کردند از گلهای یاس | عیش ما را تلخ زان شیرین شمائل کرده اند

نادم آخر شهیدان شهادت گاه عشق | آفرین بر دست و بر بازوی قاتل کرده اند

دیده و دل را که اهل نظر دارند عشق
کی نگاهی بر رخ دلدار غافل کرده اند

با نالهٔ جان سوز بکویش گذر افتاد | چون شمع مرا شعله رفیق سفر افتاد

در بزم چو بر جام شرابم نظر افتاد | چشم تو بیاد آمد و هوشم ز سر افتاد

دل شاد بود تا که بزلف تو در افتاد | سر رشتهٔ مقصود بدستش مگر افتاد

عشقت نه همین پیر و جوان را بسر افتاد | این آتش تیز است که در خشک و تر افتاد

یا رب چه بلا شوق نگه کارگر افتاد | در چشم زدن از مژه لخت جگر افتاد

گزاری عاشق نشنیدی عجبی نیست | کی دلکش گل نالهٔ مرغ سحر افتاد

ﻟﻪ اغلب که لفظ "لیکن" از سهو کاتب متروک شد مصرع این چنین باید "عشق بازی بازیٔ طفل ست و لیکن عاقلان" ۱۲

گردید ہوا خواہِ چمن آں گلِ خنداں — آتش ہمہ در جانِ نسیمِ سحر افتاد
از یادِ تو دل غنچہ صفت پردہ نشین است — خوش محرمِ رازیست کہ بس بیخبر افتاد
ایں طرفہ مئے غم کہ نگنجد بخمِ چرخ — چوں تنگ تر آمد دلِ من بیشتر افتاد
آمد بسرِ خستہ خود بہرِ عیادت — گوئی تو کہ جانے بتنِ مردہ در افتاد
باشد خطِ پیشانیٔ من سنگِ جفایش — ایں قرعہ بنامِ منِ دیوانہ بر افتاد
دل دار نہ پرسید گہے خواہشِ دل را — دانست تمنا ہمہ از دل بدر افتاد
از گریہ و زاریٔ شب و روز چہ حاصل — در عشق کسے کار چو با زور و زر افتاد
نیرنگ جہانے بود آں نو گلِ رعنا — در چشمِ نیفتاد عجب جلوہ گر افتاد
ہر تلخ تو شیریں بود از قندِ مکرر — تلخی چہ کشم چوں بمذاقم شکر افتاد
میخواست ببر دآنکہ من بے سر و پا را — دستیست کہ از بہلہ[1] بر آں خوش کمر افتاد
برنامدِ یک آرزوش زاں لبِ شیریں — شوریدہ دلِ من بامیدِ دگر افتاد
حیران جمالِ تو نداند کہ در آں زلف — دل از نظرش یا کہ نظر پیشتر افتاد
آں شمع کہ پروانۂ او گشتہ نظر ہا — در چشمِ نیفتاد و عجب جلوہ گر افتاد
شعر و سخنم گرچہ بود عیب سراسر — ایں عیب بہ بینید کہ رشکِ ہنر افتاد

حرفِ من و آں گوش شنو عشق ز اعجاز
باشد یدِ بیضا کہ بدستِ گہر افتاد

---

[1] دستانہ کہ بوقتِ شکار پوشند ۱۲

اگر کسے[1] نہ پئے طرز یار گرید و خندد | بوضع نادرہ روزگار گرید و خندد

خبر ز شادی و غم دلستان ما چو ندارد | کجا چہ صرفہ برد گر ہزار گرید و خندد

بشوق سیب زنخدان او لبند ز جو دُودُور | کہ ہمچو طفل دلِ بیقرار گرید و خندد

فریب خوف و رجا گر گہے خورد بدو عالم | عجب مدار کہ او بار بار گرید و خندد

بسوز و ساز نگوشش چہ گفت سوختۂ او | کہ شمع محفل ما اے نگار گرید و خندد

بہر صباح ز بلبل چو زار ہا بکند گوش | چمن ز شبنم و گل زار زار گرید و خندد

سرور بخش غم او بس است عاشق او را | عبث چرا بکشد انتظار گرید و خندد

بہ ننگ شغلِ دگر جز رضا نہ عاشق یار است | گمان مبر کہ بصد ننگ و عار گرید و خندد

بریم رشک بذوقِ سیاہ مستیٔ رندی | کہ زیر سایۂ ابر بہار گرید و خندد

حضور عیسیٔ دوران و ہر مریض خسارہ | بہ آستانۂ ایں شہریار گرید و خندد

سخن ز عشق سرایم کسیکہ دم زند از عشق
بوجد آید و بے اختیار گرید و خندد

از کار بستہ چو چشم کشاد باشد | کز خامہ ام چو انگشت در کف زیاد باشد

جز نام نامی تو مارا نہ یاد باشد | غیر تو ہیچ نبود ایں اعتقاد باشد

آں کافر ستمگر شاید کہ یار گردد | مارا از ما چو ہر دم شغل جہاد باشد

---

[1] ایک صحبت میں شاکر طہرانی نے جو حیدرآباد میں مقیم تھے اپنی غزل "زمانہ برمن حیران زار گرید و خندد" کا مصرع پڑھکر دعویٰ کیا تھا کہ اگر اس بحر و ردیف میں کوئی غزل کہدے تو میں اس کو شاعر جانونگا اس طرح پر یہ مشاعرہ ہوا تھا یہ غزل اسی مشاعرہ کیلئے لکھی گئی تھی ۱۲

آید ز خانہ بیروں تا از درم براند — پاسخ بہ خیر مقدم زد خیر باد باشد
طفلِ سرشک ہر دم در کوئے او دوانست — در پیت قطرِ تنہا چوں از نژاد باشد
محنت ز بہرِ جنّت باشد قصورِ غفلت — از بسکہ خالق ما زاہد جواد باشد
زاہد بیا و مے خور باشد کہ در دلِ تو — چنداں کہ حرصِ دنیا خوفِ معاد باشد
در راہِ عشق آہم بر دز دِ غمزہ و قف است — یک دانہ گوہرِ دل ما را کہ زاد باشد
آں شہر یارِ خوبی آگہ نشد ز حالت
اے عشق شہرۂ تو گو در بلاد باشد
زیں گونہ چوں دلِ قیس سرگرمِ داد باشد — زلفِ چو شامِ لیلیٰ یومِ التناد باشد
ردِّ سوالِ بوسہ گو زیں مُراد باشد — کم گفتن از دہانت ایجانِ زیاد باشد
زاں نامہ کہ نوشت او در جوابِ ما را — مضمونِ لطفہا یش بس مستناد باشد
سرگرمِ سرد مہری آں ماہ شد و لیکن — چندانکہ کینہ از وے از ما وداد باشد
تا کے بکامِ دشمن از دستِ دوست باشم — چوں من کسے مبادا گر نامراد باشد
نالاں بنا امیدی در ہجرِ او چہ باشم — زیں گونہ صد مصیبت چوں خانہ زاد باشد
کشتیِ دل بساحل ز بحرِ غم رساند — فریادِ نا امیداں یادِ مراد باشد
قرآنِ حسن را ایں تفسیرِ نقطہ رُشد — اعظم ز خالِ مشکیں اینجا سواد باشد
بہرِ رواجِ یاراں سودائے خام پختند
بازارِ عشق گرم از جوشِ کساد باشد

ں آرزوئے دلہا گر خود مراد باشد — عاشق به نامرادی باید که شاد باشد

رب گلے که ما را شمعِ مراد باشد — با حسنِ صورت خود نیکو نهاد باشد

ضمونِ ناز فهمد از بیتِ ابروِ او — با سادگی دلِ ما روشن سواد باشد

سوں گر بیت چشمش با دل مخور فریبش — گر صلح کرد با تو عینِ فساد باشد

در گفتگو بنسیاں در خواب بابه مستی — نامم نمی برد او دانم که یاد باشد

ز صبر وا فزا ے آه هرچند چاره جستم — دردِ دلے که دارم در اشتداد باشد

ناصح به بند لب را تا زود تر بسوزم — بر آتشِ درونم حرفِ تو باد باشد

گل از زبانِ غنچه میکرد ایں حکایت — وابستهٔ تباهی روئے گشاد باشد

از مکتبِ معلم طفلے که می گریزد — در ناز و دلبریها خود اوستاد باشد

در یادِ قامتِ او بے آه نیست ناله — ایں طبع زاد موزوں خوش مستزاد باشد

شادی بکن که هر دم صد غم خوری بشادی
شاداں کسیکه در غم اے عشق شاد باشد

بموجِ بحرِ نورِ جلوهٔ او آسماں گم شد — زمیں گم شد زماں گم شد چنیں گم شد چناں گم شد

حضورِ دل مجو از من که دل خود از میاں گم شد — سرِ گم گشتنی گر داشتم آخر همساں گم شد

بدورِ جورِ چشمِ او ز عالم الاماں گم شد — چه قدر انداز پیدا شد که از تیرش فغاں گم شد

کسے کے در جہاں ز نسیاں بفکر آنہا گم شد — نه تنها من ز خود رفتم که هم نام و نشاں گم شد

چو شبنم زار میگریم که آں گل را گم خنداں — ترحم از دلِ او همچو تاثیر از فغاں گم شد

هر موئے ز پیچ و تابِ زلفِ او نفهمد دل
بیاں چنداں پریشاں شد که مطلب از بیاں گم شد

خبر آں ماه بیمهار ندارد سخت حیرانم
بدود آه سوزانم سراسر آسماں گم شد

ز من باقی همیں بود سگش را جستجو کردم
کفِ خاکِ پریشاں گشت مشتِ استخواں گم شد

جگرخواری مرا کار است در شوقِ لبِ لعلش
همیں سختی است از دل در دهانِ من زباں گم شد

بساں شمعِ روشن جانِ من باشد زبانِ من
زبانِ من اگر گم شد یقیں دانید جاں گم شد

نه دنیا دانم و عقبیٰ سرور از مے بسر دارم
یقینے کرده ام پیدا از آں وهم و گماں گم شد

بسر سنگِ ملامت از سبک مغزاں همی باشد
تحمل بود گر ما را دریں بارِ گراں گم شد

دل و جانِ حزینِ من رواں شد در رکابِ او
سوارے دیده ام در ره که از دستم عناں گم شد

حدیثِ آں دهاں باشد عجیب و من نمی فهمم
بگنجِ نیستی گویم که عمرِ جاوداں گم شد

تلاشی حسنِ دل جوئی کند چوں عشقِ آواره
عیاں هرچند پیشِ ما است امّا در نهاں گم شد

بواعظ کے دلِ فرزانه دادند
سرِ شور و شرِ مستانه دادند

بزنجیرِ جنوں چوں دانه دادند
چه تسکینِ دلِ دیوانه دادند

عزیز از جاں مرا جانانه دادند
دلے با آشنا بیگانه دادند

مرا دل غیرتِ پروانه دادند
ز سوزِ او ترا پروانه دادند

لبِ لعلش خریدارے ندارد
که نقدِ جانش در بیعانه دادند

قیامت شد که ما را از دمِ صور
فریبِ نعرهٔ مستانه دادند

دوائے دردِ من غربت شد آخر — کہ زحمت بیش ازیں در خانہ دادند
چہ غم گر خانہ ام اے دل خراب است — پئے دیوانہ خوش ویرانہ دادند
نشد کوتاہ و عمر آمد بپایاں — بیادِ ما عجب افسانہ دادند

غمِ بے خان و مانی چیست اکنوں
مرا جا عشق در میخانہ دادند

بکشتِ حسن آب و دانہ دادند — فریبت اے دلِ فرزانہ دادند
چہ می پرسی ز حالِ عاشقانش — دل و جاں در رہش مردانہ دادند
بسودائش دلِ صد چاک حیراں — سرِ زلفش بدستِ شانہ دادند
بخندم چوں صدف بر سینۂ چاک — کہ از دل گوہرِ یکدانہ دادند
فسونِ واعظِ ما پُر اثر بود — کہ رنداں دل بریں افسانہ دادند
دلم کشتئ بحرِ آشنائی — کہ سکّاں در کفِ بیگانہ دادند
ز حق مہرِ بتاں خواہم کہ از دل — مرا ہم کعبہ و بُت خانہ دادند
دل و زنجیرِ زلفِ بیقرارش — چہ آرامے باین دیوانہ دادند
مضامینِ غریبِ بے نوا را — ز ہر بیتم دلا خوش خانہ دادند
بگنجد غم ز شادی در دلِ من — چہ شادی از غمِ جانانہ دادند

چو عشق و بازئی میر و وزیر است
بہ پیرِ ما دلِ طفلانہ دادند

قرعهٔ فالِ من کنوں وه چه فلک بکام زد — ناز مکن بیا بگو باکه شدی تو نام ز[د]
شکر گذارِ شایقاں چوں نشوند هر زماں — حرفِ بخامشی لبت با همه لاکلام ز[د]
مست شدند و شکست خم جام بسنگ زد دگر — آنکه ز چشم و لعل تو یک دو سه بار جام ز[د]
داغ بود ز شرمِ آں محو بود بکاستن — لافِ کمال پیش تو تا که مهِ تمام ز[د]
گشت رها ز بندِ خود ماند بقید او اسیر — کاکلِ مشکبار تو بهرِ دلم چه دام ز[د]
مهر سپهرِ بے ثبات آئینه دارِ آفتاب — صبح اگر نواختت او بر سرِ خاکِ شام ز[د]
هوش ربائے انجمن یوسفِ من شد آنچناں — دست بفرقِ هر یکے در عوضِ سلام ز[د]
رهزنِ غمزه از حجاب پا برون کجا نهاد — قافله هائے دل چساں باز بهر مقام ز[د]
بهرِ تلاشِ عقل و دیں من چه کنم کجا روم — راهِ صلاحِ عالمے آں بتِ خوش خرام ز[د]
تازه و تر ندید کس هیچ چمن چو زهر خشک — رنگِ گلِ حلال او بوئے گلِ حرام ز[د]
پیکِ صبا جز آهِ سرد از تو حکایتے نکرد — آتشِ تازه در دلم آه از یں پیام ز[د]
عنبرِ زلف بو نزد سیم برم کجا بود — آتشِ شوق در سرم وه چه خیالِ خام ز[د]
نوبتِ شادمانیم در غمِ تست دل نواز — کوسِ نشاط بر فلک نالهٔ من مدام ز[د]

حسن چو سرکشی کند هیچ جز ایں مگوئے عشق
"ناز مکن بیا بگو باکه شدی تو نام زد"

غنچهٔ ما شمع ساں از یک نفس گل می شود — خونِ ما از جوش همچوں آبِ رز گل می شو[د]
هر سوادے ز بیاضِ حسن کاکل می شود — هر گیاهِ گل زمینِ ناز سنبل می شو[د]

.... توسل می شود [له] | پس چه صحبتها که در خور دبستر بل می شود
آب و تاب رویت از جوشِ طرب مل می شود | کوزهٔ قند دهن را خنده قلقل می شود
چون نگهبان دزد باشد مالِ مردم آنِ اوست | از نگاهِ ناز تاراج تعامل می شود
بخشِ غیر آنجا که بخشد بے تامل کام گیر | طالعِ ناکامِ من محوِ تامل می شود
در شبِ قدرم بهار عید خواهد جلوه کرد | مهرِ رویش در حقِ مسکیں چو کاکل می شود
میکنی گلگشت کهسار اے بتِ جادو خرام | کبک بر رخسار و رفتار تو بلبل می شود
در تمیزِ آنکه خورشید است یا جانسوزِ من | دیده در اوّل نظر محوِ تامل می شود
راهیم از کوئے خود من بیش و پس دارم قدم | همچو آں گوهر که حیرانِ تغافل می شود
قوتِ سرپنجه افزاید فرنگی را بهند | شانه در زلفِ بتاں دستِ تطاول می شود
مبتلایان ست ما خوبیں دلاں را دستِ غیب | زر برغمِ گنج و کان زیبِ کفِ گل می شود
تیر ماکل بدر آید از لبِ نانِ هلال | .... توکل می شود
جاهلی عمدا بود سرمایهٔ تو دوستاں | هر تعارف بیشِ ایں دونان تجاهل می شود

ناتوان عشق کرد ...... نزهت گاهِ دل
رستمے بینی که .... کابل می شود

بیروں ز دشتِ دل نتوانم قدم نهاد | هر چند رم ز مردمِ چشم آں غزال کرد
دریا دلیٔ شوق براهِ طلب ببیں | چندیں گهر ز آبله ها پائے مال کرد

له: جہاں کہیں نقطے دیئے گئے ہیں وہاں کے الفاظ محو ہو گئے ہیں یا پڑھے نہیں جاتے - ۱۲

چون بلبلم چرا بگلستاں نمی برد | شوق گل رخے کہ ترا ہرزہ نال کرد
یک آبلہ نہ لب بجوابش ہمی کشاد | ہر خار خشک گرچہ زبان سوال کرد

جز در دلدار ما را نیست چون جائے دگر | چون تواں رفتن ازیں ملجا بماوائے دگر
ایکہ یا من نامزد گشتی بعالم ہوش دار | تا نگردی در جہاں بدنام و رسوائے دگر
چون شود انجام کار عشق یار سنگدل | من یکے بے صبر دل ہم ناشکیبائے دگر
در علاج ما طبیباں عاقبت عاجز شدند | ہر یکے فکرے کند ہر دم زند رائے دگر
تا تو در بازار رفتی سر بسر گردیدہ اند | از دل و جاں تاجراں مصروف سودائے دگر
آرزوئے جان و مقصود دل عاشق توئی | خواہش دیگر نداریم و تمنائے دگر
ساقی دوراں بکام ما نریزد جرعۂ | از دل خود کام خود داریم مینائے دگر
گل بجائے خار و بلبل زار باشد در چمن | رفت او بہر تماشا شد تماشائے دگر

طالع پرکار داریم و ہمی نازیم عشق
دست او از بہر سیر ما شدہ پائے دگر

بہ ازیں اندیشہ اے دل کے بود رائے دگر | در تلاش خویشتن باشیم جویائے دگر
راہ او مشکل گذار و من ہمیں سرگرم شوق | پا نہادم رفت طاقت چون نہم پائے دگر
با تبسم از در دنداں و زاں یاقوت لب | حرف حرفش میچکد لولوئے لالائے دگر
بزم ما را احتیاج بادۂ انگور نیست | زانکہ می باشیم ہر دم مست صہبائے دگر
دست زیر سنگ تنہا از دل جاناں نیم | زآسماں داریم بر سر سنگ خارائے دگر

زاہد از پیشانیٔ تو رو سیاہی ظاہر است — دین و ایماں را قلم گشتہ سیمائے دگر

بارہا سروِ گلستاں دیدہ ام دلکش بلند — در زمینِ دل نشانم سروِ رعنائے دگر

شورِ بحرِ شور در چشمم نمی آید بزور — ہست طبعم بحرِ شیرین گہر زائے دگر

بے نیازِ عشقم و در بندِ خشک و تر نیم

دارم از چشم و دلِ خود دشت و دریائے دگر

یارب ترحمے بدلِ سخت یار بخش — یا صبر وافرے بمنِ بیقرار بخش

یارب بداں صفت کہ توئی گل بخار بخش — ایں خار ریم ببین و مرا آں نگار بخش

دامانِ چاک را چو کنی تار تار بخش — مجنوں گہر ز آبلہ پا یا بخار بخش

ابرِ بہار ریزۂ دیدۂ خونبار کردہ — تخمِ امل بخاکِ رہِ انتظار بخش

جاناں بر آب نقش ز آتش چہ خوش بود — از خونِ من بدستِ بلورین نگار بخش

اے دورِ چرخ گریۂ مستانہ ام بہ بیں — جامِ حیا بنرگسِ مخمورِ یار بخش

دُردی غصہ صافِ طرب ہر چہ میدہی — ساقی از دستِ الست مرا خوشگوار بخش

مستِ نگاہ و خندۂ لعلِ لبِ توام — جامے گہے نہان و گہے آشکار بخش

آمد بہار و چہرہ زمے ہمچو گل بکن — داغِ غمِ خزاں بدلِ لالہ زار بخش

اے شوقِ وصل کار چرا اوفتاد با شکست — دست و دلِ شکستۂ ما را بکار بخش

ای دوست درد و داغِ محبت چہ میکنی — گنجینہ ایست ایں بدلِ رازدار بخش

دائم نشان ز دل نگدازی بسینہ ام — داغے ز دستِ خویش مرا یادگار بخش

بے اختیار دل نشود پیشِ دلبراں | یا رب مرا ز لطفِ خود ایں اقتدار بخش
گر سوزِ شوق شعلہ رخے میدہی چہ غم | اے کارسازِ دل بہ برم سازگار بخش

بے زر مدار عشق گلِ داغِ مفلسی
از تخمِ آرزو بدلِ خود شرار بخش

از دیدۂ نادیدہ چہ باشی نگرانش | ....[1] ندادند نشانش
اقبال .... بید | گردید مسخر .... ہر دو جہانش
پر شور جہاں شد چو ازاں نرگسِ فتاں | بیدار شود بختِ من از خوابِ گرانش
قطعِ نظرم چوں نماید ز دو عالم | تیغِ ستمے کز دلِ سخت است فسانش
از سردیِ بازارِ وفا ہیچ مگوئید | سودا زدہ را کہ بود سود زیانش
زاں ساں دلِ من سوخت کہ سوزِ دلِ دوزخ | گو غیرتِ فردوس زمیں شد بزمانش
از تیغِ نگاہت نتوانم کہ برم جان | ہر چند کہ جوہر بود از خطِ امانش
آنرا کہ کشی نقشِ رخِ خویش بدیدہ | خالی نتوانی کہ کنے خانۂ جانش
از پائے فگند است مرا شوقِ رفاقت | بے سایہ خدایا نشود سرو روانش
معراجِ من دل شدہ اے چرخ ہمیں است | رفتم اگر از پائے بیفتم بزمانش
زخمم چو کند شکوہ لب تشنگی از تو | از تیرِ دگر باز تواں بست دہانش
ور خوں طپدم دل چو ازاں ترکِ جفاکیش | با آنکہ تہی گشتہ نہ از تیر کمانش

---

[1] جہاں کہیں نقطے دئیے گئے ہیں وہاں کے الفاظ نہیں پڑھے گئے۔ ۱۲

عشق است وکنوں گاہ گہے نالۂ سردے
کو لطفِ بیانش چہ شد آں طبعِ رَوانش

ثابت بروکنم چہ وفائے قدیمِ خویش — بیروں نمود است زلطفِ عمیمِ خویش
آخر چگومیت کہ چہ بر من رَود بہ ہجر — ہرگز نہ گشتہ ام چو دمے ہم ندیمِ خویش
عین الیقیں زرُوئے تو مارا نصیب نیست — تاکے بسر بریم بامید و بیمِ خویش
گلہائے نو شگفتہ نشد باز غنچہ ہا — غمّاز کردہ ایم بگلشن نسیمِ خویش
فریاد و بیقراریٔ ما نیست بے سبب — آخر چہ چارہ بود زصبرِ عدیمِ خویش
منت شناس جورِ بتاں گشتہ ایم باز — ماییم و بندگیٔ خدائے کریمِ خویش
آزار داد ایکہ خیالِ رُخش مرا — محبوس کردہ ام بدلِ چوں جحیمِ خویش
مگذر زجورِ خویش جفاکار گوش دار — بوئے وفا دہیم زعظمِ رمیمِ خویش
بینی سرِ سلامتِ من استقامتم — ثابت قدم شدم برہِ مستقیمِ خویش
گوید مدار ہیچ زمن چشمِ عافیت — بیمارِ نرگسِ تو کہ کردم حکیمِ خویش

اے عشق دیدہ کہ جہانے نمودہ ام
حیران نند رستیٔ فکرِ سقیمِ خویش

تعالی اللہ حجابِ بعالم کرد مشہودش — تجلی پردۂ نورے در اماں نیند موجودش
بزلفِ بیقرار خود ہمی بینی چو موجودش — چہ پرسی از دلِ ناکامِ ما زارامِ مفقودش
شبِ زلفش کہ ہر دم با دِ چشم جلوہ اندودش — سرِ خورشید حسن آمد فرو در ظلِ ممدودش

لب لعلش که خط سبز دارد مشک آلودش — فغان زین آتش خاموش عالم سوز پر دودش
رخش گر مجمر خورشید دل سوزان من عودش — ازین لوئے وفا گردیده هر سو میرود دودش
دل بیچارهٔ ما را علاجے نیست چون باشد — بعشق نرگس بیمار او منظور بهبودش
پس از عمرے مرا خوش کرد زان عهدے که من دانم — شوم قربان آن پیمان و آن ایفاے معهودش
غبار راه شد عاشق بدامان صبا افتاد — رسیدن تا بدرگاه تو ایجان بود مقصودش
چه گریم شوخ چشم من بسوے من نمی بیند — چه سود از نالهٔ زارم که آن گل نیست خوشنودش
نگه کن طول هجر و ذلت بسیار شیدایت — مپرس از دولت جاوید او زنجیر مسعودش
چو رفتم بر سر بالین بیمار غمت دیدم — بذکر خیر تو مصروف آن انفاس معدودش
بدل گر دغم دوران بلائے بود اے ساقی — ز لطف تو مئے روشن ازین آئینه بزدودش
مغنی دل برد از من ندانم چون شکیب آرم — بحسن یوسف مصری و با الحان داؤدش
رخش در سادگی سوز دل و جان را نمیدانم — چه خواهد کرد این آتش نمایان چون شود دودش

زبس بیتاب گشتم از خدا خواهم سکوت عشق
که ناخن زن بدل شد نالهائے درد آلودش

با قامت خمیده کمانے نموده ایم — هر دم ز آه تیر هوائے کشوده ایم
هرگه بعشق نه در طبیعت نموده ایم — عاجز شدست فهم بسے آزموده ایم
مست نگاه بر سر بستر غنوده ایم — از چشم پر خمار تو غفلت ربوده ایم
دل را شکست سنگ غمت چون تمام ریخت — زین باده که کم شده مستی فزوده ایم

در سنبلِ تو غنچهٔ دل تازه گل شگفت — ایں طرفه عقده که ز بستن گشوده ایم
آئینه که صورتِ نیکو نموده — ما هم بچشم روئے چو ماہت نموده ایم
کم فہم نیستیم بما بس اشارتے — تا صبح بر دکه آنچه تو گفتے شنوده ایم
شد وصفِ بیشمار تو چوں از بیاں بروں — در پردهٔ ثنائے تو خود را ستوده ایم
رنگیں کنیم دامنِ محشر ز اشکِ خوں — از بسکه گرد دامنِ ناز تو بوده ایم
ضائع نگشت تخمِ امل در زمینِ دل — اے چشمِ ناز دانهٔ گوهر دروده ایم
هرگز روا مدار ز دو کوبِ ذلتش — روئے ادب که بر درِ جاه تو سوده ایم

یاد آں زماں که عشق بمیدانِ امتحاں
از هر که بود گوئے سخن ما ربوده ایم

در چشمِ رؤیتِ تو برؤیا غنوده ایم — هشیار هیچ گه ز تو غافل نبوده ایم
یک بحرِ اضطرابِ عشقِ تو بوده ایم — کز خرد جزوِ تن کفِ افسوس بوده ایم
تاثیرِ گرمِ آهِ سحر آزموده ایم — تا پرده ز آفتابِ رخِ او گشوده ایم

بے پرده دیده ایم رخِ پُر حجابِ تو
مشکل ببیں ز لطفِ صبا چوں گشوده ایم

دانی تو لطفِ خود تو ئی عمرِ عزیزِ ما — آسودگیٔ عمر ز لطفت فزوده ایم
فرقے دلا میانِ حبیب و رقیب نیست — در خلوتے که محرمِ اسرار بوده ایم
اندوهِ عشق از همه شادی چه خوشتر است — دل را ز گردِ کلفتِ دنیا زدوده ایم

دارد زمینِ سوختهٔ دل چه آبله بیکار در کشت این همه خرمن درودہ ایم
بر فرق سخت جانی خود خاک کرده ایم سوہان نفس شد و ہمه الماس سوده ایم
بنہیم طاقتے مگر اے دل بخوابِ ناز گنجیم نقشِ فرش براحت غنوده ایم
داریم چشمِ عفو خطائے چو رفته است باخود نبوده ایم اگر با تو بوده ایم

دردست ما ز خامهٔ جادو فریبِ عشق
آمد کلید و زاں درِ دلہا کشوده ایم

خالِ ترا که مردمکِ چشمِ تر کنم نقشت چگونه دور ز پیشِ نظر کنم
پروازِ شوقِ شمع مرا دِ نظر کنم پروانه وار آتشے در بال و پر کنم
حرفم بوصفِ زلف شود عقدهٔ دگر زیں نافه ہائے مشک چه خوں در جگر کنم
بر شمع داغ شوقِ تو پروانه گشته ام کے خویش را ز لذتِ وصلت خبر کنم
نازم به ضعفِ خویش که اندر رہوائے شوق پرواز ہا بسوئے تو بے بال و پر کنم
باز از حسنِ خود چو کند گرم آں نگار سود ائی نظارهٔ من این چشمِ تر کنم

ترس و ہراس اہل ہوس را مسلّم است
عاشق شدم چو عشق چه پروائے سر کنم

تا کے در آرزوئے تو خوں در جگر کنم بگذار تا بروئے تو یک دم نظر کنم
از سوزِ دل چو قصهٔ شوقِ تو سر کنم در خامه جائے حرف سراسر شرر کنم
چشمِ عنایتِ تو جدا نیست از رقیب من تا بکے ز دیدهٔ حسرت نظر کنم

آبے بروئے کارِ خود آوردہ ام ز اشک — چشمم ہمیں بود کہ ازیں خوب تر کنم

سیرِ عدم دہانِ تو بنمود بارہا — عمرے بپیچِ زلفِ تو خواہم سفر کنم

شد خانہ ام سیاہ تر از سقفِ آسمان — از بسکہ دودِ آہ شبِ روز سر کنم

شد آں پری بشیشۂ دل جلوہ گر چو عشق
دیوانہ وار از چہ بہر سو نظر کنم

پیرانہ سر تلاشِ مضامینِ تر کنم — پیری و شعر غیرتِ شیر و شکر کنم

ہر دم ز تو تحمل جور دگر کنم — ہرگز گماں نبود کہ صبر ایں قدر کنم

دانستہ زو تجاہلے اے دل شود زِ من — باشد کہ از تغافلش او را خبر کنم

در بوتۂ گدازِ تو اکسیر گشتہ ام — اے سیم تن ز بہرِ تو تا فکرِ زر کنم

داند کہ کامِ تشنۂ دیدار تر شدہ — چشمے اگر بشوق لبِ نوش تر کنم

از بس ہنر بہ ہیچ نیرزد دریں زماں — خاموش ازاں شدم کہ نہ عیبِ ہنر کنم

نازم بدستگاہِ خود اے عشق در غمش
گر چشم و دل تدارکِ صد بحر و بر کنم

چندانکہ من بروئے دلارا نظر کنم — حسرت بدل ز دیدنِ تو بیشتر کنم

گویا کہ خامۂ خطِ شوقِ تو گشتہ ام — حرفے نہ سر کنم ز تو تا چشمِ تر کنم

گلہائے تو شگفتہ شود باز غنچہ ہا
آہے اگر رفیقِ نسیمِ سحر کنم

حسن چوں عشق چو در بندِ حیا می بینم   چشمِ جانان ولبِ خویش نه وا می بینم

چشمِ هر حلقه که در زلفِ رسا می بینم   در تماشائے رخت رو بقفا می بینم

کس ندیدست دمبادا که به بیند گاہے   آنچه از دیدهٔ مشتاقِ شما می بینم

دل چوں سنگِ بتان آئینه واز دلِ من   گر بگویم که دریں شیشه چها می بینم

همه تن سنگ شدم داغ چنیں می باید   بوفا داریٔ خود از تو جفا می بینم

داغِ ناکامیٔ دل تیرِ سپر میگردد   در کفِ خویش چو شمشیرِ دعا می بینم

نکهتِ گلشنِ امید کجا رفت کجا   مشتِ خاکیست که در راهِ صبا می بینم

بے سر و پائیٔ من نیز بجائے برساں   ایکه محتاجِ درت شاه وگدا می بینم

چیں به پیشانی ولب پر ز تبسم چه بود   هر دم اے شوخ ترا تازه ادا می بینم

کس ندیدست بلے سوزشِ عشقت ایجان   جلوهٔ حسن ترا در همه جا می بینم

دلخراش است بسے نالهٔ زارت اعشق
در سخن گرچه ترا هرزه درا می بینم

کینهٔ تو به که در جانِ وفا می بینم   گل ایں فتنه بدامانِ هوا می بینم

خوبرویانِ جهان را همه دیدم اما   خوبیٔ و ناز و ادا از آنِ شما می بینم

یاس د امید بهم فوج کشیها دارند   ایں دلِ تنگ چه میدانِ وغا می بینم

جلوه پردازیٔ تو گرچه پسِ پرده بود   عالمے را همه حیرانِ لقا می بینم

سرد مهریٔ بتِ من چه اثر کرد به من   دل تنورے شد و طوفانِ بکا می بینم

منتِ لطف و کرم بر سرِ شیدائی نیست — این قدر ہست کہ احسان جفا می بینم
گرا دامی نہ کنی وعدۂ بسیار بزود — بہرِ خود آں ہمہ سامانِ قضا می بینم
دور اندیش چو بازیگر چرخ است کنون — کوئے ..... [1] ..... دعا می بینم
تو خدا بنیٔ ..... روئے بتانِ من زالدٗ

....

آسودہ نگردم نہ ز رفتار نشینم — تا آنکہ بخویش آیم و با یار نشینم
از کوئے تو با دیدۂ خونبار برستم — در بادیہ خوشحال بگلزار نشینم
من سرمہ و ہر کفش قدم چشم درین راہ — در شوقِ کفِ پائے تو ہموار نشینم
صد شکر کہ زین داغ کہ زد بر سرِ من یاس — در پائے گلِ تازہ بے خار نشینم
آن زلفِ گرہ گیر مرا رشتۂ جاں شد — فارغ ہمہ زین سبحہ و زنار نشینم
عمریست کہ داغ دلِ خون گشتۂ خویشم — چوں نالہ دمے بر سرِ منقار نشینم
در کوئے تو چوں باد ہوا تند بود آہ — زنہار ندانم کہ چو مقدار نشینم
وا رفتگیم خواب شد و کیست معتبر — خواہم کہ دگر با دلِ بیدار نشینم
روئے دلِ خود کز دو جہاں سوئے تو کردم — بیکار نشینم ہمہ در کار نشینم
رفتن نتوانم بسرِ ساقی و ساغر — در شوقِ نگاہِ تو کہ سرشار نشینم
مانندِ نفس گرم رہِ عشق چو گشتم

---

[1]: جہاں کہیں نقطے دیئے گئے وہاں کے الفاظ پڑھے نہیں گئے ۱۲

یک دم نبود بیش چه بسیار نشینم

رفتم که دران کوی سبکسار نشینم | چون سایه گران سر پی دیوار نشینم
بیکار نشستن بدرش گرچه فضولی است | باشد که شود راست مرا کار نشینم
از غیب نگر عقدهٔ کارم بگشاید | بیدل شده ام بر در دلدار نشینم
با گرد خرامت برسد شور قیامت | مگذار که در حسرت دیدار نشینم
از عشق و وفا ها که نمودم بدر او | یک چند پی دیدن آثار نشینم
حرفی نکنم گوش و نگویم سخنی آه | بی یار نشینم که دل افگار نشینم
خواهم که ترا آینهٔ دل بنمایم | بسیار چنین ساده و پرکار نشینم
در کوی تو چون با دل وارفتهٔ خود آه | بنموده ام اقرار بتکرار نشینم
سی پارهٔ دل در بغل و هیچ نگویم | بنگر که چه با دفتر اسرار نشینم
زنگار شود جوشش آئینه ام ایکاش | تا کی هدف ناوک انظار نشینم

هر لحظه بلرزش که بود رزم گر عشق
آسان روم و آه چه دشوار نشینم

در خانهٔ خود بی تو اگر باز نشینم | بیزار چها از در و دیوار نشینم
همدرد خود ای آه ندیدم چو کسی را | غیر از دل خود با که بگفتار نشینم
انگشت نما میکندم مشعل آهم | گر بر رهٔ تو هم شب تار نشینم
برخیزم و بر دمی شوم گرچه ز هر سو | ناچار در آن کوی بصد عار نشینم

چوں جز بخیالت نزدم من چہ تفاوت — در بزم تو گرا ندک و بسیار نشینم
از شرم حجاب تو اگر دیدہ بہ بستم — صد شکر کہ در گلشن دیدار نشینم
بر توسن شوق تو دریں راہ خطرناک — چوں رفت مرا طاقت رفتار نشینم
این است فروغ من مہجور کہ ہر شب — چوں شمع ز سوز دل خود زار نشینم
راز تو شدم چیست مقامیکہ در آنجا — فارغ ہمہ ز اندیشۂ اظہار نشینم
عشق است مرا پیشہ ہوس شیوۂ اغیار — در زمرۂ کفار چہ دیندار نشینم

بیہودہ بسے گشتہ ام اے عشق بہر سو
زیں پس بدر حیدر کرار نشینم

گشتم ز ہنر بسکہ گرانبار نشینم — یوسف نفروشم سر بازار نشینم
از جور و جفائے تو کہ رفتن نتوانم — در بند وفائے تو گرفتار نشینم
سودائے تو جائیکہ نباشد نبود آہ — در آتش ایں گرمی بازار نشینم
کار من دارفتہ سر وصل تو باشد — ہر جا کہ نشینم بسر کار نشینم
سرگشتۂ شوقم نہ نشینم چہ نشینم — بر خاک رہ آں بت عیار نشینم
از قصد عذابم چہ بود گر بدر آئی — بحکم تو بر خانہ گنہگار نشینم
اے غیرت سرچشمۂ کوثر لب خویش — در باب کہ بس تشنۂ دیدار نشینم
مشتاق دیدار مرا مانع رفتار — خیزم چو از یں در بہ دیوار نشینم
عمریست کہ رفتم ز دلت ہمچو تر حسم — تا کے بدر شوخ دل آزار نشینم

رنگینیٔ طبعِ خوش اطفال نمایم — چوں لالہ کہ در دامنِ کہسار نشینم

نازم کہ گلِ فخرِ من ایں خارے من شد
تا عشق دریں بزم چو گلزار نشینم

از چشمِ تو ساقی نہ بانکار نشینم — در صومعہ بنشینم و میخوار نشینم
دنیا ہمہ دوزخ شدہ زیں جوشِ خلافت — گر صلح کنم پیشہ، بگلزار نشینم
از جان نروم ہیچ بصد عشوۂ دنیا — در شوقِ نگاہِ تو کہ ہشیار نشینم
مہرِ رخِ تو گشتہ ز ہر ذرّہ نمایاں — زیں ضعفِ بستر تا دمِ دیدار نشینم
ہمدردِ مرا کیست بجز ذاتِ مسیحا — در عشقِ لب و چشمِ تو بیمار نشینم
در خوابِ تغافل کہ تو داری چہ نماید — چوں منتظرِ وعدہ و اقرار نشینم
روشن ز رخت برج کدام است ندانم — اے ماہ چہ شبہا کہ نہ بیدار نشینم
عیشِ دگراں را بکنم از چہ منغص — ہر جا کہ روم با دلِ افگار نشینم
از جانِ خود و حیلۂ جہاں بگذرم اما — ہرگز نہ جدا از تو دمے یار نشینم
فرمانِ تو بر جانِ منِ خستہ روان است — تکلیف مرا دہ کہ روادار نشینم

با عشق سخنداں کہ دہد داد بیاں را
بنشینم و با دفترِ اشعار نشینم

با طبع چو یوسف سرِ بازار نشینم — بنشینم و چوں صورتِ دیوار نشینم
ہر خار دریں دشت شود تشنۂ خونم — ہر جا کہ نشینم پئے ایثار نشینم

بازست مرا دیدہ براہِ تو ز عمرے
مشتاقیِ نظارہ نگہدار نشینم

پنہاں دودم بسکہ براہِ تو خموشی
چوں بُوئے برنگِ گُل اظہار نشینم

ہر چند خواستم کہ ترا مہرباں کنم
از سعیِ خویشِ بیش ولے بدگماں کنم

دستے براں کمر زدہ ام تا روم ز دست
ایں پیچ و تابِ دو رنگ را ز میاں کنم

تارِ نفس گسستہ نماید ز یادِ او
آں رو کجا کہ آئینہ امتحاں کنم

ہرگز نمی شود ہنرم عیبِ دشمناں
گر عیبِ خویش را ہنرِ دوستاں کنم

کردم خیال قاصد و رشکم کباب کرد
اشکِ ندامت است کہ ہر دم رواں کنم

رنگینی است لازمِ سرسبزیِ نشاط
ایں نکتہ را قیاس من از رنگیاں کنم

رنگینیِ سخن نبود خوبتر ز درد
بوئے کجا ز رنگِ گلِ ارغواں کنم

در بحرِ شوق کشتیِ دل می کنم رواں
یا رب اماں بدہ کہ زباں را دہاں کنم

گر کار بر تو سخت گرفتم دلا بعشق
ہم کار داں ترا کنم و کامراں کنم

آں زلف و خال را کہ بیک چشم دیدہ ام
در عشق پاسِ خاطرِ خُرد و کلاں کنم

اے عشق غم تراشیِ من کوہ کندنیست
فرہادِ وقتِ خویشم و شیریں زباں کنم

دل را تہی ز دردِ تو جاناں چساں کنم
تا کے زباں بشوقِ تو عاجز بیاں کنم

بر دودِ آہ گرم نگاہے نمی کنی
زیں ابر تیغ برق ترا در میاں کنم

سرکش نبود دُردکشی ہائے چشمِ او — خود را چگونہ داخلِ دُردی کشاں کنم
آزردگی برنگِ گُلِ تازہ خندہ زن — در حیرتم چہ چارۂ زخمِ زباں کنم
از ہر غمِ تو گریۂ شادی فزوں بیا — سیلے ز کوہِ صبر بدیں ساں رواں کنم
کارے ز چرخ نیست غرور نیاز را — پامالِ گردِ خویش براں آستاں کنم
سرتا بپائے حسرتِ دیدار گشتہ ام — دل را ز دیدنِ تو کجا شادماں کنم
بہرِ شگفتگیٔ قفسِ بلبلاں بس است — خواہم نسیم دور ازیں گلستاں کنم
چوں قصۂ فراق نشد از بیاں تمام — خاموشیٔ گزینم و صد داستاں کنم
تا قدر دانِ جاں نبود کس چو من کہ من — جنسِ گراں بہائے سخن رائیگاں کنم

از فرطِ ضعف بسکہ چو رازِ نہاں شدم
من رازِ عشق را نتوانم نہاں کنم

جاں ہمدمِ عزیز و چہ بر دل گراں کنم — ہر دم ز دردِ عشق زبیں تازہ جاں کنم
راہے کشادہ سوئے تو گردد یقیں مرا — از پے نشانیٔ تو طلب گر نشاں کنم
گوئی بباغ حسرتِ لعلِ تو بلبلم — عمرے بسر چناں کہ بشور و فغاں کنم
پُر از گُلِ بہار کنم دامنِ خزاں — مانندِ غنچہ خندہ اگر یک دہاں کنم
داغِ فسردگیٔ خزاں گشتہ ام کہ باز — دیگر گلے شگفتہ دریں گلستاں کنم
ابرِ غمم نگاہ کہ دارد ترشحے — از قطرۂ تشفیٔ دریا کشاں کنم
ہمچوں زباں مرا نبود اعتبارِ دل — پنہاں کجا کہ محرمِ رازِ نہاں کنم

گرچون شرر جهم ز دل همچو سنگ تو — ازان براه شوق تو خواب گران کنم
از صحبت گران نگر رفتم گران چرا — زین شرم آب آتش رنگ بیان کنم
آوارگی ریگ روان طرح تازه کرد — فکر رسا بطبع روان همعنان کنم

نی من سخن شناسم و نی نکته ور ولی
خود را برای عشق همین ترجمان کنم

بی اختیار ناله و آه و فغان کنم — سامان فاش کردن راز نهان کنم
بر سوز داغ هجر تو صبر و شکیب چیست — خواهم که پرده داری مه از کتان کنم
بانگ نماز را ز و نیاز سبو کشان — فریادها که بر در دیر مغان کنم
صیاد دلفریب و قفس دلکشا چنان — محو از خیال گلشن و هم آشیان کنم
گشتم غبار خاطر یوسف جمال خویش — گردی نیم که پیروی کاروان کنم
یاور چو نیست از دل وارفته ام برون — آن سیرها که خارج کون و مکان کنم
گر دستگیر ضعف نزاکت نمی شود — افتم ز پای و ناز ترا سرگران کنم
از لطف گاه گاه تسلی نمی شوم — تا کی فغان ز درد و غم جاودان کنم
لطف و غضب بود گل رعنای باغ حسن — نظاره بهار خوش این و آن کنم
از بسکه رشک قاصد خود می کشد مرا — زین پس روانه پیش کسی پیک جان کنم

از شعر عشق سامعه افروز می شوم
زین خوبتر چه تحفه هر نکته دان کنم

آتش بسینہ دارم و دودے ازاں کنم — زاں آسماں فلک زدہ ایں آسماں کنم

چرخ ستم شعار ز برتے کجا کند — زیں آہ سرد آنچہ منِ ناتواں کنم

از نورِ داغِ عشقِ تو تابم چو ذرّہ — مانندِ آفتاب مسخّر جہاں کنم

ہر دم غمِ تو گرچہ فزوں از فزوں شود — شادم ازیں کہ من نتوانم عیاں کنم

صبرم ز دست رفت بیا ناصحا بیا — تا گرم تر ز منعِ تو دل راغباں کنم

زاہد اگر تو عاشقِ حورِ جناں نۂ — صد توبہ من ز دیدنِ رُوئے بتاں کنم

مجنوں بفصلِ گل ز چہ بیکار ماندہ است — من کارہا ز دیدنِ ایں کودکاں کنم

مشتِ غبارِ من ز پئے رہبری بس است — ز آوارگی ہزار اگر کارواں کنم

از من نماند گرچہ بجز مشتِ استخواں — در عشقِ تو گدازم و مغزِ استخواں کنم

اخلاصِ عشق ہست ز اظہار بے نیاز — خود را چرا بزمرۂ ہمت کشاں کنم

ممکن نشد کہ داغِ دلِ بیقرارِ عشق
مہرِ لبِ زبانِ ملامت گراں کنم

از شرمِ عشق مُہرِ ادب بر دہاں کنم — با خویش چشمِ شوخ ترا ہمزباں کنم

رنگِ بہارِ وصل ز یادم نمیرود — ہر دم کہ خونچکاں بجدائی فغاں کنم

تدبیر ما ز گفتنِ رازش ہمیں کہ من — لختے ز دل بگیرم و آں را زباں کنم

گمنامیم بعشق شناسد چو عارِ خود — پیدا برائے خویش چہ نام و نشاں کنم

از دورباشِ نالۂ آتش فشانِ خویش — برقے نیافتم کہ خسِ آشیاں کنم

گم گشته بدست کسے کے فتد عبث — هر دم ز داغِ عشقِ تو بر دل نشان کنم
تیرِ دعا کجا هدفِ مدعا کجا — خود را چه گوشه گیر برنگِ کمان کنم
گر چشمِ یار می کند امدادِ گردشے — ای دل تلافیٔ ستمِ آسمان کنم
جا تنگ گشته است بدرد و شکست ازاں — خواهم تهی ز ناله نے استخوان کنم
از شرم سرگرانیٔ نازِ نزد اکتش — چون زورِ ناتوانیٔ خود امتحان کنم

پاداشِ منتے که نهد عشق از ستم
جان هم فدائے آن صنمِ دلستان کنم

تا از گدازِ عشقِ تو روشن بیان کنم — شمعِ دماغ سوزِ جهانے زبان کنم
مستِ شرابِ عشق شود شاد در غمش — بنگر که گریه نیز تبسم کنان کنم
بگذشت[1] موسمِ بهار روزِ زمانِ خزان رسید — زین چشمِ اشکبار تماشه همان کنم
گلچینِ باغِ حسرتِ نظاره هم نیم — از بسکه پاسِ خاطرِ اے باغبان کنم
پیری رسید خواهشِ عیش و نشاط چیست — رنگینیٔ بهار رخیان در خزان کنم
زین هوش ساقیا چه خطرهاست در کمین — لطفے بمن که میکده دار الامان کنم
صد رخنه کرد بر هدفِ آرزوے دل — دستِ دعاے خویش که تیر و کمان کنم
کارے ز چشم و گوش و زبانم دلم نشد — در حیرتم چه شکوه وضعِ جهان کنم
در گردِ راه منزلِ مقصود گم شدست — یا رب چه فکرِ غارتِ این کاروان کنم

---

[1] :— غالباً لفظ "شد" باشد، از سهوِ کتابت بجائش "بگذشت" نوشته — ۱۲

اوّل دهانِ خویش بهفت آب شسته ام | از نامِ او که خشک پیاپے زبان کنم

خوش مصرعے چو ثبت بدیوانِ باغِ عشق
آہے بزیرِ سایۂ سروِ روان کنم

بیش از شمار شکوۂ جورش چسان کنم | اندیشه می کنم چه من کم زبان کنم
دانم که از کشاکشِ شوقِ وصالِ تو | بگسسته عاقبت زتنِ خود روان کنم
افتد بدست گر سرِ زلفِ درازِ او | از دل چه گوهرے که درین ریسمان[۱] کنم
از شهرِ هوش تا برِ پیرِ مغان برم | مینائے عیشِ هر دو جهان ارمغان کنم
این است گر نوازشِ ساقیِ روزگار | دل خون در آرزوے مئے ارغوان کنم
سنگِ نشان براهِ تو شد سخت جانیم | کے سنگِ راهِ وصلِ تو خوابِ گران کنم
باشد چه آتشے بدلم شعله زن کزان | بر چرخِ تیره فام گمانِ دخان کنم
در هجرِ جوشِ داغِ سیه روزیم مپرس | اخترِ شمار دیده گوهر فشان کنم
هرگز گمان نبود که اسرارِ عشق را | رسوا نداشته بکسے درمیان کنم
یکبارگی بکارِ زیان گر کنم خوش است | جان و دلیکه بر سرِ کارِ زبان کنم

روشن سوادِ حسنِ خطِ او دلم شود
در مکتبِ تو عشق اگر درس خوان کنم

وصفِ ترا که لذتِ کام و زبان کنم | خوش لقمۂ بود که زیاد از دهان کنم

۱؎ : تارِ باریک که از پنبه برآید – ۱۲

در چشم آنکه (گاه)[1] تو مهماں شوی دریں — خالی چها مکان دل از این آں کنم
از شور خندهٔ لب شکر فشان او — صد داستان غم بخموشی بیاں کنم
عمریست گرچه بار زمن جمله غافلی — مبرم اگر نباید ترا یک زماں کنم
دارد بکار خویش همائے خدنگ او — خواهم که خویش را همه تن استخواں کنم
در چشم شوق بس که نگه خار گشته است — در جیب تم چه کار دریں بوستاں کنم
شمع مراد من تو چه گرم تغافلے — هر چند سوختم همه دود دهماں کنم
قسمت نگر که دوست نگردید دوست — ایں دوستی بکام دل دشمناں کنم
جان منی و دل شده دولت سرائے تو — هر دم چه جستجوئے از این ازاں کنم
داغیکه چشم داشت دلم از مهی کنوں — چشم و چراغ روشن هر دو دماں کنم

رونق فزائے دل شده نیرنگ ساز عشق
زیں باغ دور رنگ بهار و خزاں کنم

از دور سجده هم چو فلک هر زماں کنم — آلوده کے ز بوسه من آستاں کنم
دل را یقیں ز وعده چه خاطر نشاں کنم — آئینه وصال تو تا کے گماں کنم
عمر دوباره وصل تو بخشد اگر مرا — پیرانه سر چه فخر ز بخت جواں کنم
چوں منزل نخست طلب ہست بیخودی — گم گشته ام که رهبری سالکاں کنم
از رشک نقش پائے چو پر داغ شد دلم — چنداں طپیم که راه ترا بے نشاں کنم

[1] غالباً لفظ "گاه" در مسوده متروک شده ۔ ۱۲

در حیرتم چگونه شد این دردِ داغِ او
رازِ ترا که من ز دلِ خود نهان کنم

بازارِ ناز گرم و منم تاجرِ نیاز
سودائے سود چیست چه فکرِ زیان کنم

تا تشنهٔ محبتِ خضرِ لبِ توام
سیرِ بهارِ زندگیِ جاودان کنم

تیرِ ستم بسنگِ شکیبم نمی خورد
بیتابیٔ بهانه پئے امتحان کنم

رسوائے عالمے تو چه پرسی که چون شدم
آئینهٔ رخِ تو چرا رازدان کنم

گردم هلاکِ فهم رسائیٔ معاصران
دانسته خویش را نه اگر بے زبان کنم

خون کرده ام بسینه دل و در دهان زبان
زین گونه عشق بین که چه رنگین بیان کنم

محکم حصار گرچه من از استخوان کنم
لیکن مقامِ دردِ ترا مغزِ جان کنم

شیرین چها بسانِ رطب کامِ جان کنم
زخمِ تو چون معائنه در استخوان کنم

یارب مباد همچو مے از شیشه جلوه گر
چون سنگ آتشے که ز مردم نهان کنم

این است ترکتازیٔ آن شهسوار اگر
بیرون ز دستِ صبر و تحمل عنان کنم

ایمن نمی شوم ز شبیخونِ شوخیش
هر چند دور بین نگه دیده بان کنم

بر هر نشانِ دوست روم راست همچو تیر
زین بارِ غم اگرچه قدِ خود کمان کنم

ترسم بکارِ عشق نشود عقدهٔ دگر
دامانِ سعی را که گره بر میان کنم

غمهائے عشق تشنه جگر چشمِ تر ندد
آبے سبیل تا پئے این کاروان کنم

گردابِ بحرِ نازِ تغافل کنی مرا
چون من کناره زین کرمِ سرگران کنم

داند پے بمنزلِ مقصود بردہ ام | از آسماں کہ روئے بآں آستاں کنم
خونم حلال دخترِ رز می کند ازاں | من ہم حرام دانم و عقدِ[۱] رواں کنم
آلودہ از شرابِ نشد دامنِ لبم | ہر دم چو مستیٔ ز دلِ خونچکاں کنم
بارِ نشاطِ ہر دو جہاں از سرم فگند | از دردِ بس گرانِ توکے دل گراں کنم
زیں چشم و دل[۲] ہمہ ناکام ماندہ ام | نامے بلند کاش طفیلِ زباں کنم
دردِ دل ست باعثِ تاثیر در سخن | ایں نالہائے زار ز دردِ گراں کنم
در مجلسے کہ گوش تو آں شد زباں مباش | ارشادِ صاحب ست کہ وردِ زباں کنم

از بس کہ تنگ تر ز دہانش دلم شد
خوشتر ہمیں کہ عشق سخن زاں دہاں کنم

ایکہ گفتی کہ منتِ روئے بدیدن ندہم | گوش کن من بخود ایں حرف شنیدن ندہم
آہوئے چشم ترا گر دلِ من صبر ربود | از نگہ دام کنم باز رمیدن ندہم
تا پریشاں نشود بوئے ہوا داریٔ من | باد در کوچۂ زلفِ تو وزیدن ندہم
گر رسد زاں گلِ رخسار مرا بوئے وفا | رنگ ز چہرۂ امید پریدن ندہم
از دلِ جور کشم رنجہ شدی اے ظالم | توبہ کردم کہ دگر آہ کشیدن ندہم
کارِ بسمل نبود رقص روانی ہمہ دم | دلِ خوں گشتہ خود را طپیدن ندہم

۱: عقدِ رواں بمتعہ ۱۲ ۲: در مصراعِ اول غالباً حرف "کہ من" متروک شدہ ع:۔
زیں چشم و دل "کہ من" ہمہ ناکام ماندہ ام۔

دستِ شوقت که مریزاد دلا در کار است / گر جنون هست مرا سینه دریدن ندهم

آنچه گفتم بتو اے دل نشنیدی هرگز / بمرادی که ترا هست رسیدن ندهم

آبرویم همه بر باد دهد طفلِ سرشک / حیلهٔ سازم و هر سوئے دویدن ندهم

گو بیالائے بخونِ دلِ من پنجهٔ خویش / پشتِ آں دستِ نگارینش گزیدن ندهم

آبرو هم چو هلالش چو کند ایمائے

بر جگر عشق ترا نعل بریدن ندهم

وانشد دلِ بیخبر از عشقِ او تا بوده ایم / قفلِ ابجد را بنامش عاقبت بکشوده ایم

در تماشائے بهارِ حسرتِ دل بوده ایم / بلبلِ رنگینِ گلِ هر نغمه نسروده ایم

چون گهر زین شرم سر تا پا عرق آلوده ایم / عقدهٔ از کارِ آں بندِ قبا نکشوده ایم

راز دارِ خامشی در گفتگو ها بوده ایم / حرفِ ما سربسته باشد گو زبان بکشوده ایم

رائگاں در عشقِ جاناں نیست مشقِ لاغری / کم[۱] ز تن چند آنکه برجاں خود افزوده ایم

قلبِ ماهیت بلے در عشقِ او در کار نیست / از برِ آرام چون دل تا بپیش آسوده ایم

چشم خوابِ وصل (دیده)[۲] نیست گر بختِ سیاه / چون نگاهِ یارِ ما هشیار خواب آلوده ایم

نا سزا بسیار از وے از ما نیاز بیشتر / ناز بر خود می کنیم و عاشقی فرموده ایم

جوش زد موجِ شکر خند و شکر آبی نماند / با دهانِ او نمک را تازه چون بنموده ایم

سله: "کم ز تن چنداں که برجاں خویش را افزوده ایم" باید تا که وزن مستقیم شود - ۱۲

سله: "چشم خواب وصل دیدے نیست گر بختِ سیاه" باید - ۱۲

کے تواں شستن بصد خم بادۂ دریا کشاں | دامنِ زہد کہ از گردِ ریا آسودہ ایم
مشتِ خاکِ ما پریشاں شد ولے ضائع نشد | گردِ ہستی را ازیں آئینہ ہا بزدودہ ایم
رتبۂ نقشِ قدم حاصل نشد قسمت ببیں | گرچہ عمرے بر درش در سجدہ سر فرسودہ ایم
شوقِ دیدارش چہ خوابے اخترے خواند بود | دیدۂ آئینہ گشتیم و گہے نغنودہ ایم
خونِ صد حسرت بدل حل شد بہارِ ما نگر | کیمیا سازِ خزانیم و طلا اندودہ ایم
از جبینِ خود کہ مُہرِ سجدۂ تسلیم شد | صندلے از بہرِ دردِ خود سر ہا سودہ ایم
ایں غزل را پایہ ہمسرِ عرشِ بریں | زانکہ از فکرِ رسا ہفت آسماں پیمودہ ایم
امتثالِ امرِ با تاکیدِ مظہر بود عشق[1] | ورنہ بر قانونِ خود ما ایں غزل نسرودہ ایم

امتثالِ امرِ مظہر از ادب بالاتر است
ایں غزل البتہ باید گفت ما فرمودہ ایم

فرصت ز دردِ کو کہ زنم سر بسنگ ہم | گنجائشے ندارد نغمِ عیش تنگ ہم
اے از تلونِ تو چمن حالِ زارِ من | تا روزِ حشر رنگ نہ ریزد بہارِ من
اے گلِ زمینِ کوئے تو دارالقرارِ من | ممکن بصد عذاب نباشد قرارِ من
بر وعدۂ تو بود چو دار و مدارِ من | کس را نماند ہیچ دگر اعتبارِ من
تسکیں نیافت ہیچ دلِ بیقرارِ من | تا سرمہ را نہ دید بچشم از غبارِ من
باغ و بہار سازِ دلِ داغدارِ من | نقشے است بر مرادِ دلِ من نگارِ من

---

[1] یہ حضرت مظہر جانِ جاناں (وصال ۱۱۹۵ھ) تو ہو نہیں سکتے۔ البتہ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ غلام رسول خاں نواب کرنول کے دیوان مولوی مظہر ہوں جو بعد کو چندو لالی دور میں یہاں ملازم ہو گئے تھے (گلزار آصفیہ ص ۲۵۴) عمیر یافعی

موجے ز بحرِ حسرتم و جوشش کارِ من — جز من ولے کسے نفتد در کنارِ من
شب ہا ز بس نمود بمن ہجرِ یارِ من — روزِ شمار کے برسد در شمارِ من
از دور بین آئینۂ انتظارِ من — می بیندم بخویش چہ نزدیکِ یارِ من
مشکل اگر طلب کندم گلعذارِ من — چوں راہِ من ادب بود و نیز خارِ من
دل را نمود خوں دہنِ تنگِ یارِ من — از غنچۂ نگر کہ کند گل بہارِ من
در دستِ عشق او چہ بود اختیارِ من — تدبیر و عقل ہیچ نیاید بکارِ من

بر حسنِ خود چرا نکند ناز یارِ من
از عشقِ اوست ایں ہمہ گر افتخارِ من

آخر چہ پرسی از من و از روزگارِ من — بے حد چو وعدۂ تو بود انتظارِ من
بر عمرِ خویش ناز کند مرگ انتظار — عارِ منست زندگیٔ مستعارِ من
از بہرِ من چنانکہ تو ہستی بکارِ خویش — من نیز ہم برائے تو باشم بکارِ من
رفتم ز خویشتن کہ سفر در وطن کنم — جز من مباد ہیچ مرا یادگارِ من
ہرگز خیالِ غیر بخاطر نمیرسد — نالم ہمیں کہ یار نگردید یارِ من
زیں چشمِ اشکبار و ز فریادِ خونچکاں — مشکل بہ بزمِ عیش تو گردید بارِ من
رنگِ طپیدنم چہ قیامت بہار داشت — چوں بوئے گل بباد گرو شد غبارِ من
آزردہ از تو نیستم اے یار زینہار — زنہار خوردنِ تو بود زینہارِ من
مانندِ سایہ زو نتوانم جدا شدن — باشد عنانِ من بکفِ شہسوارِ من

حُسنِ معانی است دریں پردہ جلوہ گر آئینۂ بیانِ سخن آ بدا رِ من

اے عشق فخرِ حسرتِ جاوید گشتہ ام
ممنونِ پرسشے نشد احوالِ زارِ من

چوں گردبادِ شوقِ تو باشد حصارِ من دیگر کجا فرار بگیرد غبارِ من
با قربِ معنوی چہ بود بُعدِ ظاہری از من کنار گیرد و بیا در کنارِ من
عمر لیست گرچہ مست مئے ہوش بودہ ام بشکست چشمِ او بہ نگاہے خمارِ من
جز خواہشِ تو مطلبِ دیگر مرا نبود از بس قناد باچو تو خود کامِ کارِ من
چنداں سبک شدم کہ برفتم ز خاطرش ضعفم گرفت عاقبت کار بارِ من
زاں شرمگیں نگاہ مکن نالہ نارسا پنہاں ترا ز نہانِ تو پیشِ سکارِ من
تا عشق آبیار نشد کشتِ دل نسوخت امید بر نداشت مگر شعلہ کارِ من
از داغِ فرقتش چہ بہار است جلوہ گر خوش جلوہ نمود و نہاں شد شرارِ من
اے سادہ رُو بآئینۂ شش جہت قسم گاہے نشد بغیرِ تو نقشے دُو چارِ من
ہر دم زِ خونِ پاکِ شہیداں چو شوید ش رنگِ حنا نماند بدستِ نگارِ من

در حیرتم کہ عشق رہا چوں نمی شود
از قیدِ لفظ فکرتِ معنی شکارِ من

آئینہ الیست پُر ز صفا انتظارِ من کے از دلِ تو دُور بگردد غبارِ من
دارم سرِ نظارۂ گلزارِ نازۂ زیں پس شکستہ و پائے نگارِ من

در دشت غم اگرچه غریب اوفتاده ام | یارب چه بے صدا شده کوه وقار من
از غفلت ار بدام من افتے چه خوش بود | چشمے براه حلقهٔ چشم و کنار من
روپوش بسکه گشته ام از چشم پوشیش | یکرنگ بوده اند خزان و بهار من
شد انتها ز خون زنتار در رو عقیق | گرد لبش کنید دل داغدار من
امید استوار من عهد سست او | برخود گذاشتند سراسر مدار من
فرصت نشد که شکوه ز کم فرصتی کنم | بیکار بس که می گذرد روزگار من
زحمت ده خزان نشود نخل آتشین | افتاده در بهار همه برگ و بار من
در سینه ام که گرفتار درد و زخم | از یاد من بردل پر و گلعذار من

در عرض آرزو نکنم عشق کوتهی
باشد شود قبول یکے از هزار من

آویزه گوش دل و جان شعر تر من | کز بحر غم عشق تو خیزد گهر من
اے جلوه گهت باغ خیالات جهانے | چون بر سر راه تو بیفتد گذر من
سودائے سر زلف تو پابند دوام است | این است بلائیکه شد وا ز سر من
زینسان که شدم گرم نگارش عجبے نیست | کز فیض دعا هیچ نماند اثر من
نظاره کند غیرت صد باغ و بهاران | سرو ز گل ناز و ادا بار در من
کس لاله باین رنگ ندیدست که هر دم | داغ تو خورد آب ز خون جگر من
بیمهری آن ماه همان ست که بوده است | این طرفه بود داغ بهر دم دگر من

اے قاصدِ دلسوز دراں بارگہِ ناز — شو بیخبر و باز رسانش خبرِ من

شیرین بکند تلخیٔ دشنام دہانش — بے چاشنیٔ بودنِ شیر و شکرِ من

عمریست کہ شد نذرِ قفس طاقتِ پرواز — بیتابیٔ شوق است کنون بال و پرِ من

نازم ز سخن عشق رسیدست بدستم
میراثِ گرانمایۂ جدّ و پدرِ من

ہر سو رود آں شوخ و نشنید ببرِ من — فریاد ز آوارگیٔ دربدرِ من

با ایں ہمہ وارفتگی از جائے نرفتم — گوئی کہ مقام است بمنزل سفرِ من

چوں شعلہ چو گشتم ہمہ تن گرمیٔ پرواز — بگرفت بر از شوقِ گلے بال و پرِ من

گل کردہ دریں باغ منم سرو چراغاں — برگم ہمہ از شعلہ شرر خوش ثمرِ من

زلف کہ بود آنکہ سیاہی زند از تو — اے وائے دلِ گم گشتۂ روشن گہرِ من

مہر از دلِ او رفت و گرفت ستم را — از سنگ دلِ آئینہ بیابد شررِ من

سر تا قدمم محوِ تو اے قاتلِ عالم — تیغت نتواند بکند قطعِ سرِ من

چوں کوہِ تحمل شدہ ام بار کہ باشم — جز من کہ بود آنکہ فتد از نظرِ من

در چشم نگاہے شدم آہے و برستم — تا گوش کُنی قصّہ بس مختصرِ من

اندیشہ ندارم کہ بعشقِ تو زند جوش — طوفانِ سلامت ز محیطِ خطرِ من

غواصیٔ فکرِ تو دریں عشق خیال ست
دریائے پُر از آبِ گہر شد ہنرِ من

چاهِ ذقنِ اوست بهر ره گذرِ من — هم راهزنِ هوش عصای نظرِ من
آن آتشِ خاموشِ لبِ لعل چپان شد — خونِ مژه سوزِ دل و داغِ جگرِ من
از نیم نگاهے نکشادی گرهِ دل — بر بسته نشد آرزوی این قدرِ من
در عشق ندانم که چه گفتند و شنیدند — باید لبِ خاموش پئے گوش کرِ من
دشواری ره راحتِ منزل نشناسم — بیرون شدن از خویش چو با سفرِ من
در باغ وفائے تو برومند شجر نیست — جز بارِ دلِ خویش چه باشد ثمرِ من
دلبند بود دامِ گهِ بے سروپائی — در بسته نباشد قفس بال و پرِ من
جائے نبود در قفسِ دیدهٔ حیران — آواره چنان دل شد و مرغ نظرِ من
بر دستِ هوائے تو باوجے که ملک شد — شرمندهٔ پرواز ببالِ دگرِ من
زان بیش که او مستِ مئے هوش بگردد — ناگاه کسے کاش رساند خبرِ من

پیچیده بود عشق رهِ قطعِ تعلق
کو راهزنے تا بشود راهبرِ من

تا عشوهٔ مژگانِ تو شد رخنه گرِ من — اے وا در و دیوار بود پردهٔ درِ من
در یادِ دهانِ تو نیابد بنظر هیچ — دل تنگی بس بیشتر از بیشترِ من
در سیلِ سرشکم چو خسے در سرِ کوشیں — زین آب بران خاک نیفتد گذرِ من
گر تیغ کشی زخمِ جفائے تو نشد دل — تا زد به سپرداری داغِ جگرِ من
سنگے می شکند سنگِ ملامت برهِ شوق — در دامنِ محشر سرپائے سفرِ من

عمریست غمِ سر گرفتست سرِ خویش — باشد بگریبانِ خیالِ تو سرِ من
از بادِ حوادث خبرش نیست کہ دارد — فانوسِ ہوائے تو چراغِ سحرِ من
افسردہ اگر ہست چہ غم تابِ روانی — چوں بحر زند جوش ز آبِ گہرِ من
از چشمِ تو مردم چو ز خود بیخبر انند — جز بیخبری با تو کہ گوید خبرِ من
عشقش چہ اثر داد زبان و سخنم را — آں شعلۂ من باشد و ایں شیشہ شررِ من

خورشیدِ قیامت نگرد عشق ز ہر سو
از شوخیِ آں جلوہ پریشاں نظرِ من

اے چشمِ سیاہِ تو چراغِ نظرِ من — پیچیدہ ترا زلفِ تو دودِ جگرِ من
تا چند بمستی نکند ساغر و مینا — از نالۂ بشکستہ دلاں بیخبرِ من
بنگر کہ رخِ خوبِ تو دیدن نتوانم — چوں دست ز پایم نفتاند نظرِ من
ہرگز نرسد با ہمہ جہدے کہ نمودم — بر پائے چو سیمِ تو رخِ ہمچو زرِ من
دایم بتماشائے گلستانِ خلیل است — از داغِ جفائے تو دلِ دیدہ ورِ من
باشد اثرِ گریۂ شوقِ گلِ پرواز — گر سبز و گر سرخ بود بال و پرِ من
سرگشتۂ دورِ فلکِ شعبدہ بازم — آغاز نے و انجام ندارد سفرِ من
از جوشِ بہارِ ہوسِ بوس و کنارش — آئینۂ گلزار شد آغوش و برِ من
دارند بہ بختم چو سیاہی ز شبِ وصل — از اولِ شام است نمایاں سحرِ من
از ردّ و قبولِ دو جہاں کار ندارم — آخر چہ کنم عشقِ تو باشد ہنرِ من

ای عشق نشد نامۂ شوقے بنویسم
قرطاس و قلم سوز بر آمد خبرِ من

بگذر ز سرم چند شوی دردِ سرِ من — ای گریۂ خوں دست بدار از کمرِ من
مانندِ چراغیکه بسوزند، ز آبش — شمعِ رهِ شوقِ تو بود چشمِ ترِ من
روشن همه زو گرچه بود دیدۂ مردم — نازم که نه خودبیں شده چشمِ گہرِ من
در منزلِ دیوانگی و دشتِ خرد هم — جز من نبود، هیچ کسے راهبرِ من
جز اخترِ تابندۂ بختم که نماید — یک رنگیٔ آئینه ز شام و سحرِ من
از روئے تو هر گل شده در باغ چو خنداں — هر خنده نمک ریخت بزخمِ جگرِ من
با دیدۂ روشن نگهم سوئے کسے نیست — آئینه دلے کو که بداند هنرِ من
از جذبۂ خاکِ رهِ الفت چه بگویم — پس تر بفتد هر قدمِ پیشترِ من
در بیکسیم مونس و غمخوار که باشد — گردد خبرِ من برِ او نامه برِ من
آرام چه گیرد تو بگو گوئے بچوگاں — اے کاش نبودے سرِ من زیرِ پرِ من

گر نامۂ دل بُرد پَرد تا بکجا عشق
از بال و پرِ ایں مژه مرغِ نظرِ من

رخصتِ سفر افتاد ز عمرے بدرِ من — گرداب صفت گردِ سرِ من سفرِ من
از بیخبریہائے خودش گشت خبردار — پرسید کسے از دلِ من تا خبرِ من
از پرتوِ رویش چو گہر یافت صفائے — دامانِ نظر تر نکند چشمِ ترِ من

در کامِ عدو قندِ لبت زهر نریزد | چشمِ تو که زهرش بنماید شکرِ من

آسوده روم بی سروسامان که بود پر | زین نقشِ قدم راه ز برگِ سفرِ من

برگشتنم آخر شکند نخوت و نازش | در دوست شکستست همانا ظفرِ من

گوهر بکفِ تازه جوابست بهر دم | زان معدنِ الطاف سوالِ دگرِ من

سرگشته چو گردانم و راهم نه بسر شد | یارب چه مبارک قدم آمد سفرِ من

یک ناله زبس آب نماید دلِ مردم | نشنید کسی گاه صفیرِ دگرِ من

یک یارِ موافق نتوان یافت بعالم | دل هست و زبان همدمِ با یکدگرِ من

در خاطرِ او نقشِ سرشکم نه نشست است | آتش بدلِ سنگ زد آبِ گهرِ من

باشد دو جهان یک ورق از دفترِ حسنش
عشق است همین گر سخنِ مختصرِ من

گره با زلفِ او چون رشتهٔ جان می‌توان کردن | بدلجمعی خیالاتِ پریشان می‌توان کردن

ز پیدایش عالم را چو پنهان می‌توان کردن | بصحرای عدم چندین گلستان می‌توان کردن

بدریای سرشک ایدل گلِ مقصود میجوئی | روان جوها ازین در باغ حرمان می‌توان کردن

زبس در شوقِ آهوی بشد شبرک ترا دیده | شرر را از اشکِ مژگان بیابان می‌توان کردن

نظر زنجیرِ دل در گوشهٔ چشمِ تو زند آتش | ازین بی سروپا را چه سامان می‌توان کردن

پریشان گرد زنگارش در اشتن گر شد ترا منظور | گلِ مقصودِ دل را نیز خندان می‌توان کردن

نوازشهای وصل او بکامِ دل نمود آخر | ستمهای که دریا داشتِ هجران می‌توان کردن

براہ دیر و مسجد می نہد دیوانہ ام سنگے — ازیں چوں الفتے بابت پرستاں میتواں کردن
نشد ممکن کہ مہرِ داغ از دل یک لحظہ بردارم — وگرنہ از تنورِ دل چہ طوفاں میتواں کردن

بہ پیشِ عشق جنبش نیست چوں بے پردہ حیرانم
چرا خوفِ نظر از چشمِ قرباں میتواں کردن

بزن تیریکہ در سینہ نہاں میتواں کردن — برو صد پردہ از زخمِ نمایاں میتواں کردن
بفریاد و فغاں دل را پریشاں میتواں کردن — ازیں صرصر جنوں آبا دویراں میتواں کردن
جنوں بند نقابِ یار خنداں میتواں کردن — چہ در ہا وا ز یک چاکِ گریباں میتواں کردن
بباغ سینہ پر داغ چشم خونفشاں ریزد — شرر ہا ئیکہ از شبنم بہ بستاں میتواں کردن
نماید گریہ ما نیز گر نیرنگِ تاثیرے — گلِ صد کام در دامانِ حرماں میتواں کردن
تماشائے نمی بیند کہ از برقِ جمالِ او — میان پردہ ہا ایں چشم عریاں میتواں کردن
سوار کشتیٔ دل شو چہ ترسی فی امان اللہ — ز موجِ نور ہر دم سیرِ طوفاں میتواں کردن
عزیزاں گر ز غمِ رفتن زِ دل ممکن نباشد آہ — رواں از دیدہ ہا ریگ بیاباں میتواں کردن
دلا زیں شکوہ بیداد و فریادِ جفا بگذر — پشیماں گر شوی او را پشیماں میتواں کردن
نہ بیند روشنی گر مشعلِ پر دود آہ ما — بچشمش سرمہ از شبہائے ہجراں میتواں کردن
ز آہِ گرمِ ما سوزد دلِ خود آں بتِ کافر — بلے ایں شعلہ را در سنگ پنہاں میتواں کردن

بر قصد زہرہ بر گردوں ملک در وجد می آید
سرودے عشق اگر در بزمِ مستاں میتواں کردن

بگو آں غمزہ را وقت است جولاں میتواں کردن
نگاہم سرمہ آسا گرد مژگاں میتواں کردن

جنوں در جوش تا کے ضبط جولاں میتواں کردن
ز خارش دامن صحرا بزنداں میتواں کردن

کجا آئینش دل آتش دل میشود زاں لب
مرا از بوسہ ممنون احساں میتواں کردن

بچشم آنکہ یک پرتو بدست آرد ز روئے او
چہ گوہرہا کہ در داماں مژگاں میتواں کردن

حجابت می کشد کارم بہ بدنامی تامل کن
تعارف گر کنی ایں راز پنہاں میتواں کردن

بشو خار رہ گلہا چو عشق ما روش این است
اگر دستے بداماں گلستاں میتواں کردن

کجا دیوانہ ما را بزنداں میتواں کردن
از و چوں آشتی با فوج طفلاں میتواں کردن

کم از مینائے مے در نشۂ ہمت نمی باشم
بجوش گریہ ما را نیز خنداں میتواں کردن

جفاہا چوں ز بر گشتن کند چشمت سرت گردم
تدارک ہا ز دیدنہائے پنہاں میتواں کردن

بہ عید روئیت رخسار چوں ماہت اگر خواہی
دل و ایماں و جاں را بر تو قرباں میتواں کردن

بشوق نکہت جاں بخش زلف بیقرار او
نسیم آسا سفرہائے پریشاں میتواں کردن

عبث جاں در تلاش آب حیواں میدہی ورنہ
بسے زیں چشمہ از خاک شہیداں میتواں کردن

زلیخائے بہم پیوستہ ہر زخم دل اے عشق
بیان لذت بیداد مژگاں میتواں کردن

بجوش گریۂ خونیں چو طوفاں میتواں کردن
خنائی پنجۂ خورشید تاباں میتواں کردن

بشوقش تا نظر در دیدہ پنہاں میتواں کردن
گلستاں، در گلستاں، گلستاں میتواں کردن

گر از برق تبسم میکند دل را کباب آن لب
چه شیرین شورها زین جوش نمکدان میتوان کردن

پریشان میشوی آخر ز بیداری مشو غافل
بغیر از خواب خوش کی جمع مژگان میتوان کردن

بوصل او ز فیض یاد هجر او نمی دانم
چه زاریهای رنگین خنده خندان میتوان کردن

اگر بر فوت وصل ای بدل تر این گریه ها باشد
تبسم ها بطول عمر هجران میتوان کردن

خرام ناز آن قامت بوصف ما نیاید راست
که شور صد قیامت گرد جولان میتوان کردن

گریبان دشمن دست جنون را دست اگر آید
گریبان تا بدامان بیابان میتوان کردن

دلت بیمار چشم مردم آزاری چو شد ناگه
مشو نومید از دوای عشق درمان میتوان کردن

چو عشق بیدل ما را غزلخوان میتوان کردن
گل هر شعر زیب طاق نسیان میتوان کردن

ز دلسوزی باشک گرم پنهان میتوان کردن
ز آب آتشینش خشک دامان میتوان کردن

خیال قطره می گر چو مستان میتوان کردن
چه باران چشمکی پوشیده سامان میتوان کردن

ز ابر چشم تر ای بدل بغارت رفت دریاها
بجوش لخت دل تاراج معدنکان میتوان کردن

ز ابر نیزه نفزاید نشاط ما جنون مستان
ولی تسکین جان از سنگ باران میتوان کردن

چنان تیر ستم بر من رسد زابرو کمان من
که هر زخم جگر دکان پیکان میتوان کردن

به بند خار خار این دل خون گشته را چشمش
اگر گردی سر برگشته مژگان میتوان کردن

اگر روشن سواد سرمه چشم پر فنش دارد
در اندک فرصتی اوراق انجدان میتوان کردن

نجیبی گر بلب چاهی فتد عکس جمال او
تماشای هزاران ماه کنعان میتوان کردن

غرورِ حسنِ او ویراں کند گر خانۂ چشمے — بیادِ زلف و عارض دل گلستاں میتواں کردن
مترس از نیم جانے زاں لبِ جاں بخش وامے کن — کہ قیمت یک نگاہش را دو صد جاں میتواں کردن
تمنائے گلِ گوشے دلم را کرد خوں ورنہ — چہ گوہر ریزی چوں ابرِ نیساں میتواں کردن

بتقلیدِ کلامِ بیدلِ معجز بیاں اے عشق
چہ مشکلہائے معنی ہر کہ آساں میتواں کردن

چہ کافوری بکارِ سینہ ریشاں میتواں کردن — بسانِ صبح مغزِ سر پریشاں میتواں کردن
ازیں بہتر نباشد دام ایں رعنا غزالاں را — نگہ آوارہ تار مہائے[1] ایشاں میتواں کردن
اگر آں دشمنِ جاں پا نہد روئے براہِ من — چہ بے روئی برائے وز خویشاں میتواں کردن
نہ تابِ عرضِ حالے پیشِ چشمِ مردم آزارش — چہ بیہودی توقع از فرنشیاں میتواں کردن
بصد خواری و رسوائی زنامِ ننگ چوں رستی — ترا با شوکت و با قدر و ذیشاں میتواں کردن
ندارد ساغرِ امیدِ ما را تر زیک قطرہ — بلطفِ ساقی از دریا کشیتاں میتواں کردن
کسے تا چند در بندِ رفیقِ بے خرد باشد — معیشت با زمیں با گاؤ میشاں میتواں کردن
پرستارِ فرنگی لعبتے زینساں کہ میباشی — ترا سرکردۂ جمعِ کشیشاں[2] میتواں کردن

کسے کو دین و دل دارد فدائے یک بتِ کافر
شمارِ او میانِ عشق کیشاں میتواں کردن

بتِ دلربائے من بہ ہیں بچہ کبریا نشستہ — کہ سرِ غرور حلقے بدرش زیا نشستہ

---

[1] تاخت کنندگان ۔ ۱۲ [2] پیشوایانِ نصاریٰ ۔

بهوای آهِ سردم دلِ بی‌نوا نشسته　　چه خوش است غنچه کو بره صبا نشسته

جرسِ رهِ ادب ها بستر انه خموشی　　گرهی بشد فغان و بگوئی بما نشسته

اثرِ دعائی ما را چه حرارت است یا رب　　دلِ داغ داغ نقشی که بمدعا نشسته

ز کمندِ این بلاها سرِ ما چگونه پیچد　　که رضائی بیدلانت به سرِ قضا نشسته

پیِ دیدنم بیا زود و مگو که آفتاب است　　تو سوار شو که او هم شود از حیا نشسته

بگشا ز بندِ بندش گرهی ز کارِ ما نیز　　که تکلفِ تو دل تنگ همه رقیبا نشسته

بحرامِ نوای شیخ بدل اعتقاد دارم　　که همی ودی بعالم بره خدا نشسته

شده همسفر چراغم بره گذار یک شب　　چکند بسوز نالش شده نارسا نشسته

چو تلاطمِ سرشکم بجدائی تو این است　　چه عجب که زود بینی همه خانها نشسته

شده طبیب دلها نظری به عشق حیران
که بدرد دیده وا از لبِ جانفزا نشسته

خط کشیدی که شرر ز آتشِ موسی زده　　نازکی ناز رهِ خضر و مسیحا زده

خال و خطِ تو نه هر صیدِ ضعیف انداز د　　دانه و دام براهِ دلِ دانا زده

ای عجب نیم نگاهِ تو کنون به کرد است　　زخمِ صد تیرِ ستم گر بدلِ ما زده

زلفِ پرچین نه به تا تارِ ختن می ارزید　　بی بها بود متاعی مگرش وا زده

دُردِ دردش همگی صاف غمش ریخت تمام　　سنگِ زخمی که تو بر شیشهٔ دلها زده

جگرِ زاهد کباب است بخند ای ساقی　　زین نمک‌ها که تو در ساغر و مینا زده

جلوہ کن زسرِ مہر و مرا پاک بسوز — اے کہ بر سینۂ من داغِ تمنا زدہ

یوسفا زچاکِ دلِ پیرہنِ خویش بپرس — رخنہ ہائے کہ تو در جانِ زلیخا زدہ

شانہ در زلفِ سخن از دلِ صدچاک زدی
خوش شکستیست کہ اے عشق بہ یغما زدہ

بادہ از جامِ حیا چوں نگہت تا زدہ — آتش اندر جگرِ ساغر و مینا زدہ

گویدش فاش بہر دم نگہت ہیت سرم — رازِ پوشیدہ کہ با گوشِ دلِ ما زدہ

روشِ غنچہ کشادے بطلب از دلِ تنگ — اے کہ مانندِ صبا پائے بصحرا زدہ

گفتۂ نامۂ سربستہ خطِ من باشد — بوسمت لب کہ عجب حرفِ معما زدہ

تلخ کامی ہمہ ز اشعارِ شکربار اے عشق
زدہ باشد بدلت بسکہ تو حلوا زدہ

دل کہ پیوستہ دمِ شاہد و مینا زدہ — شاہدم باش کہ اکنوں سرِ خود وا زدہ

عرق از جبہہ فشانی و سرِ شکے زیری — بر سرِ خویش دلا کیفِ دو بالا زدہ

مرکزِ دایرۂ خط نشود می ترسم — نقطۂ خال کہ بر عارضِ جانا زدہ

طوطیاں را شدہ منقار پُر از خونِ جگر — تا خطِ سبزہ بر آں لعلِ شکرخا زدہ

عقدہ ہائے کہ تو از کاکلِ خود وا کردی — باز چوں نیک بہ بینی بدلِ ما زدہ

بر دل و دیدۂ نظارگیاں منتِ چیست — کہ پئے دیدنِ خود سر بتماشا زدہ

بود یک مصرعِ گیسوئے پریشانئ عشق

انتخابے کہ تو از دفترِ دنیا زدہ

قیس در وادیِ دل خیمۂ لیلیٰ زدہ
سر بصحرا زدہ، باز کہ سودا زدہ

یا رب آں صورتِ افتادگیِ ما گردید
نقشِ پروازکہ تو در پرِ عنقا زدہ

موجِ طوفانِ غمِ عشق تو گشتم کہ مرا
گہ بصحرا بری وگاہ بدریا زدہ

بے سخن کشتۂ ما را چو تو از کم نگہی
تہمتِ جرم چرا بر سرِ ایما زدہ

سرمۂ سوختہ جاں وزن ندا کہ چیست
برتر از وش ازاں نرگسِ شہلا زدہ

دست بر پائے تو اے ساقیٔ گلفام زنیم
گر سرِ جامِ تو بر گردنِ مینا زدہ

فتح بابِ حرم و دیر بتو ارزانی
دست چوں عشق اگر بر درِ دلہا زدہ

ایں چہ شوریست کہ اے قلقلِ مینا زدہ
غلغل اندر ہمہ عالمِ بالا زدہ

دلبرا گر دلِ ما را بدلِ ما زدہ
رحم دیگر چہ بود شیشہ بخارا زدہ

ایکہ از کاکلِ خود دامِ تماشا زدہ
حلقہ ہایش ہمہ در گوشِ تمنا زدہ

تا دلم در خمِ زلف اے بتِ ترسا زدہ
بر سرِ دار عیاں شد کہ مسیحا زدہ

اے گل از ضبطِ تبسم بدلم داغ نہی
ایں چہ مہریست کہ بر گنجِ گہرہا زدہ

قلقلے برسرِ آتش پے تسخیرِ دل است
دانۂ خال کہ بر روئے دلارا زدہ

شاد باشی دلِ آزاد زغم چوں امروز
نوبتِ عیش ز اندیشۂ فردا زدہ

گردشت چرخ چہا بر سرِ ما نارد باز
چوں زیک دانہ رہِ آدم و حوا زدہ

رقمِ خامۂ تقدیرِ ازل می باشم — ہیچ حرفے نہ بود حرف چو بر ما زدۂ

گشتۂ شہرِ دلِ من کہ ملال املائی — بسرِ خویش دگر نشۂ انشا زدۂ

اندریں بزم ز اشعارِ ترِ خود اے عشق
ابر نیساں شدۂ قطرہ بدریا زدۂ

خطِ مشکیں کہ براں لعلِ گہر زا زدۂ — بہرِ دلہا رقمِ نسخۂ سودا زدۂ

دامنِ مقصدِ دل را مدہ از دست دگر — اے کہ پائے برہِ ترکِ تمنا زدۂ

کار گر تر شود ایں ناوک اگر بر گردید — نہ زدی تیرِ نگہ بر دلِ و آما زدۂ

اے دلِ سوختہ ایں نامۂ پر شوق کہ بود — کہ ازیں شعلہ بہ بال و پرِ عنقا زدۂ

دست بر دامن و نیت برساند خوش باش
پشت پائے کہ تو اے عشق بدنیا زدۂ

آب شرمے برخ چوں گلِ زیبا زدۂ — آتش تازہ بجان و دلِ شیدا زدۂ

شد نمایاں دلِ پر خونِ من از رخسارت — ایں چہ رنگیست کہ اے آئینہ سیما زدۂ

آب و تابش ہمہ از خونِ دلِ بلبل بود — شوخِ من گل کہ بدستارِ دلآرا زدۂ

شمعِ فانوسِ دلِ من چو شدی باز چرا — شعلہ در خیمہ ازیں جلوۂ رسوا زدۂ

عشق تا کے ز دلم چشمِ غبار آلودہ
خاکِ صحرا ہمہ در دامنِ دریا زدۂ

آں کو نشدست زر تلاشی — چوں شد بتِ سلیم بر تلاشی

گردی تو شہید اگر تلاشے بہر قدم است سر تلاشی
ہرکس پے آں پسر تلاشے طفلے نبود پدر تلاشی
ہر ذرّۂ بحر و بر تلاشے نایاب رہیست بہر تلاشی
ایں طرفہ کہ حسن و عشق باہم خواہند بیک دگر تلاشی
بیتاب ز جلوۂ تو دیدیم کردیم بسے نظر تلاشی
اے عربدہ جو سراغ شرمی بر تیغ غمت سپر تلاشی
شوق تو بلا گداز آمد آزاد ز ہر خطر تلاشی
مکروہ ندید و زشت نشنید در راہِ تو کور و کر تلاشی
پرسند ازو شود تبسم آوارۂ رہ گذر تلاشی
صد قافلہ شد بہ جستجویش جز گرد نہ جلوہ گر تلاشی
مادر قفسیم و بہر صیاد ہر سو شدہ بال و پر تلاشی
جو شدۂ خویش جوید آنماہ کے راز و ازیں خبر تلاشی
آں گوہر مقصد است نایاب آرد بکفش مگر تلاشی
برق نگہش کجاست باشد آہِ دل پر شرر تلاشی
نورِ نظرے کز دست چشم بیند نہ بچشم تر تلاشی
با خویش کسے ترا نیابد از خویش کند سفر تلاشی
در دیدہ و دل توئی و ناحق گشتیم بہ بحر و بر تلاشی

خوش نخلِ غمش ز برگ بر گش　　ہر شاخ بُود ثمر تلاشی

منعم مکنید از لبِ اُو　　طوطی نشود شکر تلاشی

از تیرِ دگر دریغ تا کے　　دل شاد و بود جگر تلاشی

دل رفت و ندیده، دیده حیراں　　گم خانہ شدست و در تلاشی

راہِ تو دراز چوں کند آہ　　با فرصت مختصر تلاشی

مانندۂ بدرِ دیں نہ بیند　　گردو فلکِ قمر تلاشی

بر مسندِ فقر فخر اُو را　　اقبال بجر و فر تلاشی

آں شعشعہ بار شد جلالش　　کز درک کند بدر تلاشی

فیاضیٔ او شنید گردید　　از بہرِ صفا سحر تلاشی

نخلِ کرم است و بار دارست　　نگذاشتہ بے ثمر تلاشی

کس دید چنیں فرشتہ خوئے　　بہرِ دلِ ہر بشر تلاشی

خود نقدِ روانِ زہد و عرفاں　　با ایں ہمہ بیشتر تلاشی

با عمر دراز باد اُو را　　علم و عمل و ہنر تلاشی

لے حسنِ اتفاق سے عبدالوہاب بن محمد غوث شافعی ارکاٹی کی کتاب "نہایۃ السول فی مناقب ریحانۃ الرسول" کا ایک قلمی و نایاب نسخہ ہماری نظر سے گزرا جس کے خاتمہ پر حسبِ ذیل عبارت ہے:-
"ہذا الکتاب نہایۃ السول فی مناقب ریحانۃ الرسول بحسب فرمائش، سیدنا و سیلتنا منبع العرفان بدرالدین حسین خان بہادر، بید العاصی خاطی تراب قدام آلِ رسول رضا علی شاہ قادری فی التاریخ ثمانیہ و عشرین ربیع الاول ۱۲۴۲ھ من ہجرۃ نبی الانام صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ الکرام۔" ممکن ہے کہ یہ اشارہ ان ہی بزرگوار کی طرف ہو۔ "یافعی"

فردوسِ نشاط و دوستانش — بہرِ اعدا سقر تلاشے
در گوشِ گلے رسید بس عشق
غواصیٔ ایں گہر تلاشے

فلک بگردشِ چشمے کہ آشنا کردی — کہ استخوانِ مرا رشکِ توتیا کردی
چہ شوخیٔ کہ نہ شرمندۂ حیا کردی — بیا کہ کارِ دلم را بمدّعا کردی
روا است گر بزنی دم ز آشنائیٔ خود — کنوں کہ دل ہمہ بیگانہ از وفا کردی
مرو ز دیدۂ مشتاق ہیچگاہ و ببیں — کہ خویش را ز نگاہِ کہ خودنما کردی
ز تابِ گیسوئے مشکینِ تو عیاں گردید — کہ قصدِ خونِ دلِ رفتہ عمرہا کردی
ز پیچ و تاب چہ بودست حاصلت از لطف — جز ایں کہ مصرعِ آہِ مرا رسا کردی
بشوقِ لعلِ لبِ نوشِ جاں دہم ہر دم — چہ زہر بود کہ در چشمۂ بقا کردی
مرا چنانکہ تو دیدی گذاشتی رفتی — چرا نہ جانِ حزینم ز تن جدا کردی
برآر داغ چو یک رنگیٔ مرا کردی — شگفتہ چوں گلِ رعنا رخت چرا کردی
تمام خواہشِ دل را بیک ادا کردی — چگویمت کہ چہ بر جانِ مبتلا کردی
ز مہر رہے کہ درآیم تو در فراز مکن — کہ شوقِ دیدنِ خود را تو رہنما کردی
مرا کہ دولتِ پایندہ آرزو باشد — ز تیغِ خویش بسر سایۂ ہما کردی
نوازشے چہ بود گر کنی بدیدۂ من — چناں کہ آئینہ را باغِ دلکشا کردی
ز بوئے خونِ دلِ خویش مست و مدہوشم — چہ نافہ بود کہ در دامنِ صبا کردی

مپرس قصهٔ پرغصهٔ فراقِ دگر | که مُهر برلبِ عشاق بےنوا کردی
دلا مناز به پُرکاری کہ نیت تُرا | هرآنچه بود مدارا بدل ربا کردی
دوامِ عشق وصال و ندیدنت پرهیز | تو زهرِ هجر چشاندی مرا خطا کردی
هنوز کشتهٔ بیدادِ خنجرِ نازم | تدارکے نکنمت گفتی و کجا کردی
شگفته تر که چو مضمون پیش پا سرِ دست | کفِ دعائے منِ رفته نقشِ پا کردی

هرآنچه کردهٔ احسان بود بعشق ابد است
که گفت در حقِ بےچاره جفا کردی

پُرزور ناتوانی کو آبِ ارغوانی | باز آیدم جوانی ساقی چه مهربانی
مقصود ما نهانی انکار ما عیانی | مائیم و بےزبانی یاراست و خوش بیانی
تا دید آں دهاں را از غیب گشت گویا | گوئی که بردلِ ما ختم است هیچ دانی
ابروئے و چشمِ جاناں باشد بلائے دوراں | در دستِ مستِ مژگاں شمشیرِ هندوانی
پیشانئ تو پرچیں خاموش لعلِ نوشیں | اے شوخ تا بکے ایں مشقِ ستم رسانی
مارا خرامِ نازت پامال سازِ طاقت | کے عجزِ تو از نزاکت نمود پهلوانی
در عشقِ تو چنانم حیرانی است لازم | خوں می کشم ندانم ایں بارِ ناتوانی
گرچه سرِ شهادت مارا بود سلامت | سرتابسر ندامت گردید سخت جانی
زاں لعل ناکیده بوئے مگر شنیده | جانم بلب رسیده در شوقِ میهمانی

کی میدہ ہمت از دست گردیم تانہ سرمست | تشویشے برکنار است ساقی چو در میانی
ای شکر تو ہر دم آبِ حیات در دم | عمر عزیز کردم صرف مگس پرانی
من حسن ظن فزودم در خدمت تو کم کم | آخر یقین شد اینم بسیار بدگمانی
ہر جا کہ بود ہامون گردید از تو جیحون | ای سیل اشکِ پرخون خوش مطلق العنانی
در این سرای ماتم جان سوز نوحہ سنجم | دانی کہ پیش خوانم بودہ یکے فغانی
سرمایۂ سعادت از داغِ عشق بادت | خواہی چو بر مرادت نقشے دلا نشانی
در عشقِ آن پری رو نالان شدم بہر سو | من ای وجہ اشکو حبا بہ جفانی

نقل بحر برابر بحر [illegible] ۱۴۰

گفتند امتحان را آرند دل ستان را
من عشقِ نقدِ جان را دادم بمژدگانی

در شوقِ تنادمانی چونم دلا بدانی | مانندِ پیرِ فانی در یادِ نوجوانی
از دیدہ گر نہانی تو جانِ عاشقانی | آثار را عیانی ہر چند بے نشانی
از راہِ مہربانی سنگے مرا بدانی | بگذر ز لن ترانی یک جلوہ ناگہانی
در باب اضطرابم چون میدہد عذابم | بے تو کجا بیابم آرامِ زندگانی
مگذار زار و نالان کز یک نگاہ بیجان | تیمار دردمندان کردی و میزبانی
جویندگانِ دل را دادہ نشانِ دل را | رازِ نہانِ دل را دانستہ ام کہ دانی
از غفلتِ تو جانان ملکِ دل است ویران | وے بندۂ تو شاہان ای طرہ پاسبانی
شب چون مرا بسر شد زان کے ترا خبر شد | گو نالہ سحر شد گرم جگر فشانی

اے شوخِ پُرفنِ من این است شیونِ من — حُسنِ تو دشمنِ من عشقِ تو یارِ جانی
تا حالِ غمزهٔ ناز در صیدِ جان است شهباز — طوطیٔ خط بپرواز بر اوجِ لامکانی
شد هجر سخت جانکاه چوں کرد مهر تا ماه — من پیر گشته ام آه در اوّلِ جوانی
زیں رو که در حزینم مشکل مفرا زینم — هر دو لبِ تو بینم خوں گرم یکزبانی
بشتاب جانِ محزوں در قیدِ غم خوری خوں — اے طائرِ ہمایوں خوش عرش آشیانی

پیغامِ وصلت او کرد تو عشق دل بکن سرد
انکار نامه آورد شرمندگی نشانی

دوریم از تماشا خوں شد دلِ تمنّا — بوئے بیار ما را اے بادِ بوستانی
گفتارِ تو عجیبے کس را نشد نصیبے — هر لفظِ تو غریبے در کثرتِ معانی
دانیم قدرِ گیسو کے می شود پریرو — همسر بیک سرِ مو صد عمرِ جاودانی
اے فخرِ میرزائی فضل الله الحسینی — کز فرطِ نیک نامی عزت فزائے خانی

خواهم همیں بقایت از بسکه خاکِ پایت
شد سرمهٔ بصارت در چشمِ قدردانی

از گریه خاک بر سرِ ایں آبرو کنی — خوش باشد آب تازه رواں گر بجو کنی
مکشائے دیده جز برخِ دوست زینهار — ایں چاک را بسوزنِ مژگاں تو کنی
باقی دهانِ تشنهٔ دریا کشاں بہ بیں — لبریز گرچه شیشه و جام و سبو کنی

هستی چو قمریاں بشود غل بگردنت

چنداں بعشق سر در دانش غلو کنی

اے دل ہوسِ شباب تا کے — وز دودِ جگر خضاب تا کے
نازِ حُسن و شباب تا کے — ایں مستی و ایں شراب تا کے
بے جرم و گنہ عتاب تا کے — بر جانِ من ایں عذاب تا کے
زلفِ تو ز رُخ بتاب تا کے — شب در بر آفتاب تا کے
زاں نرگسِ مست مسجد و دیر — چوں خانۂ دل خراب تا کے
او غافل و دل بکنجِ ابرو — بر طاق بود کتاب تا کے
جامِ دلِ من ز دستِ ساقی — پُر باشد و بے شراب تا کے
آیم با خود بدیر تا چند — رفتن ز برم شتاب تا کے
بلبل از رشکِ عارضِ او — بر آتشِ گل کباب تا کے
در شوقِ فروغِ طلعتِ او — تر دیدۂ آفتاب تا کے
لب زیرِ تبسم آں دہان است — در جوشش بود شراب تا کے
ایجاں منم و نفس شماری — دم دادنِ بحجاب تا کے
بے آبِ مروت است دنیا — از رہ بروت سراب تا کے
بیگانہ شد است یار و عاشق — شرمندۂ انتساب تا کے

حرفے برادِ عشق بنویس
او منتظرِ جواب تا کے

قطعه

بعرض اقدس عالی رساند پریشانی حالی خود کرده مرقوم

اگر میری ز بخشش شاد مرگاست
غلامے ہمچوں من از یک عمر مغموم

بہر خدمت کہ سازد خواجہ مامور
بجز تسلیم کار بندہ معلوم

دلے آہستہ می گوید فلاکت
چرا ئی از ترقی عشق محروم

ندامت با لیاقت ہمز بانش
سکوت از بندہ باشد نیک مذموم

حوالت می کنم بر فضل داور
جواب صاف ایں پرسندہ مشوم

چہ داور داور لطف و کرمہا
بسالاری و مختاریست موسوم

بعدل و حکمت و فہم و فراست
عدیل او بہ ہستی گشت معدوم

دوام عمر و جاہ و دولت او
بحفظ خاص تو یا حیّ و قیوم

زیادت دور از پاس ادب ہا
بہم گفتن طوالت گشت مختوم

رباعیات

حیرانیِ ما آئینه دار است این جا
هر داغ گل و ناله هزار است این جا
بر خود ز نشاط چون ببالد حسرت
در عین خزان طرفه بهار است این جا

در کارگهِ عشق ز هر پیشه برآ
فرهاد مباش و از سر تیشه برآ
دانش نخرند تا بجنونت چه رسد
دیوانه مشو چو قیس ازین بیشه برآ

از بس که ربوده تو دل از برِ ما
صد خنده همی کنی بچشمِ ترِ ما
آخر چه فسون است لبِ تو که بخواند
ما در سر شوخیکه ندارد سرِ ما

داغِ تو بداغ میرساند خود را
خاطر بفراغ میرساند خود را
عشقِ تو جدا از دل نخواهد بودن
این می بایاغ میرساند خود را

تا سایه بسر ز دود آه است این جا
جانسوزیت ای چرخ تباه است این جا
هر داغ سیاه که تو بر دل بینی
خورشید مراد، رو براه است این جا

مخروش که آرزو قتیل است این جا — خون دل بیدلان سبیل است این جا
کو درد کجا داغ چه باشد زخمش — هر دعوی عشق بی دلیل است این جا

در شوق بهار جلوه اش مست برآ — ساغر ز دل پرشده در دست برآ
در گلشن اعتبار کو رنگ ثبات — بوی شده یکدم چو نفس هست برآ

عاشق تخم سرشک کارد این جا — تا نخل ماتمی برآرد این جا
غیر از لخت دل بدامن مقصودش — هرگز دیگر ثمر ندارد این جا

در هجر چه با شوق وصال است این جا — بر دل ز ملال صد وبال است این جا
بر تشنه حرام شربت دیدار است — خون ریختن خویش حلال است این جا

دوزخ چه بود هجر بنائے آنجا — آئی چو دمی به که نیائی آنجا
از سوز منن دم که گدازی چو شرار — رو پوشی گشت خود نمائی آنجا

مشتاق ترا غم تو کاهیده بیا — دامان غرور حسن برچیده بیا
در راه ز مردمان نیاید شرمت — ای مایهٔ ناز دیده در دیده بیا

بنگر چوں با دیدۂ خونبار نشینم — ازبس بر عہدِ دلِ غمخوار نشینم
زیں نفسِ سرکش ہمہ بیزار نشینم — تا او بَا شد زندہ عزادار نشینم

برخود نازم عشق وفادار نشینم — در یادِ آں شوخ جفاکار نشینم
آمد ناگہ ہوشم بگرفت ورفت — من او را ازیں بختِ طلبگار نشینم

دورم دورم گو بر دلدار نشینم — یعنے از خود من پسِ دیوار نشینم
حیرانم اے عشق کہ آں نورِ نظر — در چشم است و طالبِ دیدار نشینم

از لطفِ قد و صباحتِ خد چہ کنی — وز سلسلۂ جعدِ مجعد چہ کنی
از ہر طرفے جمالِ مطلق تاباں — اے بیخبر از حُسنِ مقید چہ کنی

تا بر خود بستی عشقِ یارے را — چوں نے اے دل نمکینی کارے را
چشمش ہردم در جانم میگردد — طاقت بنگر دائم بیمارے را

دیوان

حکیم الممالک مولوی حکیم عبدالباسط المتخلص بہ عشق

موسوم بہ

ترانۂ عشق حصّہ دوم

مشتمل بر

غزلیات و رباعیات اردو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

مولوی عبدالواجد صاحب نے بوقت ترتیب دیوان اُردو حسبِ ذیل دیباچہ لکھا تھا۔ جس کو بجنسہ نقل کر دیا جاتا ہے۔

حضرت عمی و استادی حضرت مولوی حکیم عبدالباسط صاحب قبلہ المخاطب بہ حکیم الممالک عشق تخلص رحمۃ اللہ علیہ وقدس سرہٗ کا پورا کلام مدون نہوا اور جو کچھ ہوا تھا اتفاق سے وہ بھی تلف ہو گیا۔ بہت سی غزلیں مدراس اور ہمارے حیدرآباد میں اُن کے بعض شاگردوں اور دوستوں کے پاس رہ گئی تھیں اس کمترین کے نزدیک بھی فارسی اور اُردو کی چند غزلیں تھیں جن کو حضرت مرحوم نے کمترین کے حسبِ درخواست اپنے محبِ صادق نواب سدعلیخاں صاحب حماہ اللہ الواہب کے پاس سے منگوا دی تھیں۔ تا کہ اُن کی فراہمی ہو جائے پس کمترین نے ان کو اجزائے ذیل میں بلحاظ ردیف جمع کر دیا۔ اور حضرت قبلہ گاہی مدظلہٗ و عم نفعہٗ کی ہدایت سراپا برکت سے ترانۂ عشق اس دیوان مختصر کا نام رکھا فقط

الراقم۔ کمترین محمد عبدالواجد۔ عفی عنہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیدۂ تر مرا کب شوق میں سائل نہوا — ہوا حائل یہی دیدار بھی حاصل نہوا

دل تیر قاتل کے ہے کچھ میل سو مائل نہوا — ناز کا میں بھی تو بسمل ہوا گھائل نہوا

برج آبی میں ان انکھوں کے نہیں ہے وہ ماہ — جذب الفت کا ہماری ابھی کامل نہوا

وصل میں بھی وہی تشنہ رہا مطلب اپنا — تر کبھی بحر سے گویا لب ساحل نہوا

کیا وہ جانے مری حیرت کہ حیا کے مارے — دیکھ آئینہ جو اپنا ہی مقابل نہوا

نقش دیوار نہیں دیکھ وہ صورت میں ہی — کون جو حیرتی شکل و شمائل نہوا

مردمک دیدۂ آئینہ میں کب ہے درکار — کیا ہوا عارض جاناں پر اگر تل نہوا

کچھ اواخر کی نپوچھو کہ نہیں ہے معلوم — طے ہی جب ہم سے محبت کا اوائل نہوا

اس دل آزار کو کیونکر کہوں صاحبدل — کہ بصد جور جدا اس سے مرا دل نہوا

اب زمانے سے نہ رکھ قدر کی تو آس اے عشق
بے ہنر کیوں ہوا کس لیے جاہل نہوا

جن کو نہیں خیال خطا و صواب کا — ہونیں شہیدان کے ہی ناز و عتاب کا

سرکا نقاب رات جو اس مستِ خواب کا — ہوتے ہی صبح کھل گیا گل آفتاب کا
افسوس ہے کہ اب تو وہ دل بھی نہیں رہا — جو سننے والا تھا مرے حالِ خراب کا
جب سے وہ تیرِ غمزہ ہوا ہے جگر کے پار — آنکھوں سے بہتا بند نہیں خونِ ناب کا
ہاں سے غرض مجھے ہے نہ مطلب نہیں سے کچھ — خواہاں ہوں ان لبوں سے فقط میں جواب کا
ساقی کی اک نگاہ نے ایسا چھکا دیا — لاؤں کبھی نہ نام زباں پر شراب کا
عاشق کو چشمِ تر دلِ بیدار چاہیے — پھر خواب میں بھی دیکھنا مشکل ہے خواب کا
آئینہ لیکے ہاتھ میں چہرے کو دیکھو جب — دیکھو قران صاف مہ و آفتاب کا
رکھدو اٹھا کے دفترِ ارشاد طاق پر — اے شیخ حرف خواں ہوں میں دل کی کتاب کا
نقشِ برآب مسندِ شاہی کو دیکھیے — سمجھو اگر تو تاج ہے کاسہ حباب کا
ہے ان کی گفتگو سے معطر تمام بزم — غنچہ ہے اس دہن کا کہ شیشہ گلاب کا
آتے ہیں وقتِ فکر مضامین گو ہزار — جانے دو کیا کروں کہ ہوں قیدی حساب کا

یا در رکاب شائقِ دیدارِ عشق ہے
کرئیے نہ دیر وقت بھی ہے شتاب کا

ترے جلوہ سے کیا اُجالا ہوا — کہ میں آپ کو ہوں چھپایا ہوا
یہ تسبیحِ گیسو کا سودا ہوا — کہ دل بھی مرا ایک دانہ ہوا
میں حیراں ہوں اے دل تجھے کیا ہوا — کہ ناحق تو محوِ تمنا ہوا
کوئی مجھ سے تدبیر بنتی نہیں — مرے دل میں کیا روگ پیدا ہوا

خبر بھی نہیں اُس کو میری ہوئی — دل و جاں سے جس پر ہوں شیدا ہوا
ہیں ناکام نکلا نہ کام آہ آہ — دلا اہتمام اُس کا کیا کیا ہوا
ستاؤ نہ تم عاشقِ زار کو — وہ دُنیا سے دل ہے اٹھایا ہوا
یقین ہے وہیں مجھ کو آجائے موت — جو دیکھوں کہیں اس کو جاتا ہوا
جو ہے بُت کدہ یہ تو پامال ہے — اگر کعبہ ہے دل تو ڈھایا ہوا
بہارِ جوانی ہے اُن کی غضب — دِوانوں سے آباد صحرا ہوا
کِسی نے نہ دیکھا خدائی وہ پا — تو پھر فتنہ کیسا یہ برپا ہوا

ہوا عشق عاشق جو جاگے نصیب
کہاں کوئی معشوق تم سا ہوا

پردہ میں اپنا جو وہ عشق سا عاشق نکلا — شکر صد شکر کہ معشوق موافق نکلا
آئینہ تو کہیں بہزاد سے فائق نکلا — ان کی تصویر کشی کے یہی لائق نکلا

قول سے فعل کہاں اُن کا موافق نکلا
ان کو جھوٹا جو کہا تھا وہی صادق نکلا

گل ہوا جب سے کہ یار پر جفائے عندلیب — خار کیا کیا ہو گیا زنگِ وفائے عندلیب
اس چمن میں ہی نہیں جب رنگ و بوئے امتیاز — مکر سے ہے نامزد صدق و صفائے عندلیب
شکوہ صیاد کیا ہے اُس سے صد چنداں زیاد — ہے بُرا گلچیں عدوئے بیحیائے عندلیب
فی الحقیقت یہ تو ہے مداح تیری اس لئے — باغباں کر جان و دل اپنا فدائے عندلیب

ہم اسیرِ گلشنِ میخانہ جب سے ہو گئے — قلقلِ مینا سے سنتے ہیں نوائے عندلیب
بوئے گُل کو باغ سے باہر نہ لیجانا کبھی — ہے یہی ہر دم صبا سے التجائے عندلیب
کیا غضب ہے خوش نوائی سے نہیں آتا ہوں باز — دیکھکر بھی حالتِ عبرت فزائے عندلیب

عشق جا کر باغ میں ہرگز غزل خوانی نہ کر
ہو خجل بیزار تجھ سے ہو نہ جائے عندلیب

سوز و گدازِ شوق میں روشن بیاں ہے اب — شمعِ دماغ سوز ہماری زباں ہے اب
راہِ طلب میں گرم روی وہ کہاں ہے اب — مشتِ غبار اپنا پسِ کارواں ہے اب
تھا ضعفِ دل کا شکوہ جوانی میں کس قدر — پیری ہوئی نمود مرا دل جواں ہے اب
کنجِ دہن میں یا شکنِ زلف میں سہی — فارغ رہے جہاں سے مرا دل جہاں ہے اب
رہرو تمام مٹ گئے مانندِ نقشِ پا — دشتِ طلب میں قافلہ ریگِ رواں ہے اب
کثرت ہوئی ہے نقشِ قدم کی جو اس قدر — دولت سرائے یار کی رہ بے نشاں ہے اب
دل جا چکا تو شورشِ آہ و فغاں رہی — آتش تو بجھ گئی پہ نکلتا دھواں ہے اب
مجھ پر امید و بیم کی رہتی ہے کشمکش — قبضے میں یار کے جو دلِ رازداں ہے اب
دل دیکھے داغ سینہ سے میرے نکل گیا — جوشن بھی ہے اور یہی حرزِ جاں ہے اب
میں جانتا ہوں اس کی تلوّن مزاجیاں — کیا اعتماد یار اگر مہرباں ہے اب
کیونکر بھلا ستم پہ ستم میں اُٹھا سکوں — یہ نیم جاں بھی مجھ پہ تو بارِ گراں ہے اب
دیکھا کہ رحم کرتے ہیں سب میرے حال پر — ضد سے عدو کے جاں مرا آرامِ جاں ہے اب

میں ملتجی ہوا کہ سنوں طبعزاد کچھ — ق — فرمایا عشق نے کہ یہ ورد زباں ہے اب
طاقت نہ کہنے کی نہ سمجھنے کا حوصلہ
فکر و تلاش شعر و سخن رائگاں ہے اب

چل گیا ہے شوق میں کس رہگذر سے آفتاب — ایکدم بھی دم نہیں لیتا سفر سے آفتاب
دل کو روشن کرنا داغ عشق کا ہی کام ہے — مطلقاً واقف نہیں ہے اس ہنر سے آفتاب
حسن انکا دل کو خوں کرتا ہے کس رنگ سے — لعل پتھر کو کرے فیض نظر سے آفتاب
سینہ اس کا جو گریباں سے نظر آنے لگا — ہے ید بیضا کہ نکلا اس کے بر سے آفتاب
آنکھ اپنے مہر و مہ کے نور سے روشن نہ ہو — کاش نکلے اک کسی دربند گھر سے آفتاب
ہے طریق شوق سے ہر بے ادب کو کیا خبر — طے کیا کرتا ہے یہ رہ اپنے سر سے آفتاب
آئینہ اسکے مقابل دیکھ کے حیران ہوں — ہو گیا کیسا قریں دن کو قمر سے آفتاب
اس کے جلوے سے جو آخر آنکھ سے گرنے لگے — گر پڑا بیچارگی سب کی نظر سے آفتاب

داغ پر دردِ جگر آخر گہن ہو جائے گا
عشق دیکھا کس لئے ہے خالی خطر سے آفتاب

آنکھوں سے نہ دور یوں پھرا کر — دل کو تو مرے ذرا جدا کر
اس بحر جمال سے بچا کر — دنیا ہے ڈبا وہ آشنا کر
کیا فائدہ میری جستجو کا — گویا میں گیا ہوں اس کو پا کر
ہجراں بھی کوئی بلا بری ہے — ڈرتے ہو جو تم مجھے ڈرا کر

بے خواب و خورش ہیں ہجر میں ہم — مر جائیں گے یار کچھ بھی کھا کر
مجلس میں ذلیل ہم نہ ہوتے — دیتے نہ اُٹھا جو تم بٹھا کر
سُنتا نہیں میری میں سُنوں کیوں — جو چاہے سو تو نے مجھے کہا کر
ملنا ہے محال اس کا یوں ہی — سو بار پھر آئے ہم بھی جا کر
ہم جان سے جانے مستعد ہیں — اے کاش کہ دیکھے وہ بھی آ کر

حالت ہے مری تباہ اے عشق
تو بھی مرے حق میں کچھ دُعا کر

شرمندہ اس قدر ہوئے اپنی رضا سے ہم — اب کے قضا کرینگے کسی کی ادا سے ہم
بے پردہ پردے میں کسی پردہ نشیں سے ہیں — عینک صفت حجاب بصیرت فزا سے ہم

دل باغ باغ اور معطر دماغ ہے
کیا بہرہ یاب عشق میں شعر ذکا سے ہم

تم سے آپس میں جدائی ہی تو ہل مل دونوں — نالۂ زار کیا کرتے ہیں، میں دل دونوں
دولت حسن خداداد ہی تم کو دیکھو — آنکھیں اپنی ہوئی ہیں کاسۂ سائل دونوں
مرغ دانا کے لئے دانہ و دام ایسا ہو — گھات میں رہتے ہیں دل کے وہ خط اور تل دونوں
کیا دوانہ ہے ان آنکھوں سے حذر کر اے دل — ترک بدمست نظر آتے ہیں جاہل دونوں
بیوفائی و وفا میں جو چلی بحث تھی کل — میں ادھر یار ادھر ہو گئے قائل دونوں

وصل و ہجراں کے سوا دل ہے رہ عشق میں کیا

منزلیں ہوتی ہیں تیرے لیے مشکل دونوں

منظرِ کشمکشِ یاس و تمنا میں ہوں — پر بتانا کہ ترے عشق میں کیسا میں ہوں

مطلقاً مجھ کو نہیں اپنے دل و جاں کی خبر — جب سے اے شوخ ترا عاشقِ شیدا میں ہوں

دوریِ اہلِ نظر مانعِ نظارہ نہیں — آئینہ ہے کہ ترا محوِ تماشا میں ہوں

دل اگر سرد ہوا داغ کے مرجھانے سے — عشق کہتا ہے نہ کھا غم چمن آرا میں ہوں

ان کے شکوے کا بھی موقع نہیں ملتا مجھ کو — کیا کروں کشتۂ صد تہمتِ بیجا میں ہوں

قابلِ دید ہے یہ جوشِ بہارِ تازہ — گل ہے سودا ترا اور بلبلِ گویا میں ہوں

وحشتِ شہر دلا یاد دلاتا ہے جنوں — ہوں تو صحرا میں مگر عابرِ دریا میں ہوں

عارضی گرچہ قلق دل کا نہیں ہے میرے — نہ رہا صبر تو سرگرمِ مداوا میں ہوں

اپنی قسمت کے لکھے کا کرے کیا کوئی علاج — تختۂ مشق بتا بہرِ اطبا میں ہوں

توڑ کر عہد کبھی تم تو پشیماں نہ ہوے — سر سے لے تا بقدم شرمِ تقاضا میں ہوں

لطف وہ چند دکھاتا ہے دہن کا نقطہ — الف اس قد کا جو کہتا ہے کہ یکتا میں ہوں

کچھ نہ سمجھا کہ ہے کیا خوبیِ موزونِ طبعی — بسکہ غارت زدۂ نشۂ انشا میں ہوں

کیا کہوں کس سے کہوں کون ہے سنتا اے عشق
بزم میں ہوں بھی اگر جان کہ تنہا میں ہوں

ہے درد کونسا کہ بیاں میں نہاں نہیں — دل سوز مثلِ شمع ہماری زباں نہیں

یہ کیا غضب ہے گر ترے منہ میں زباں نہیں — ہر دم نہیں نہیں ہے کبھی ایک ہاں نہیں

کیا کیا کشیدہ ہم سے وہ ابرو کماں نہیں
تڑپے ہے دل کہ تیر نگہ کا نشاں نہیں

حیراں ہوں میں کہ کیوں نہ نظر یوں جھکی ہوئی
تیری یہ خواب ناز تو ایسی گراں نہیں

اس کی نظر ہے صاعقہ برق طپان دل
کس طرح پہنچے تیر بہر آشیاں نہیں

پیاسی مرے لہو کی تھی قاتل کی تیغ کیا
زخمی ہوں چور چور مرا خوں رواں نہیں

چرچا ہے تیغ ابروئے قاتل کا جس جگہ
جز خون و قتل اور سخن درمیاں نہیں

جس کے سبب سے چھوٹ گئے دوستوں سے ہم
ہے ہے ہمارے حال پہ وہ مہرباں نہیں

فرہاد و قیس اٹھ گئے دنیا سے کیا ہوا
ان کی جگہ میں ہم ہیں کہ خالی جہاں نہیں

کم سایۂ ہما سے نہیں ہے فروغ شمع
ان کے بھی تن کی قوت بجز استخواں نہیں

سر رکھ ہی دیگا ایک نہ اک روز آفتاب
ایسا بلند یار ترا آستاں نہیں

فرط الم سے تاب سخن کب رہے ہے عشق
آوارہ ہے خیال تو دل میں تواں نہیں

کب حرف شکوہ داغ سا مہر دہاں نہیں
مانند غنچہ کب ہمہ تن دل زباں نہیں

جز گریہ مثل طفل ہماری زباں نہیں
کیا درد دل ادا ہو کہ تاب بیاں نہیں

مانوس مہر سے وہ مہ دلستاں نہیں
اور آشنائے صبر بھی یہ ناتواں نہیں

تا تیر سوزش تپ الفت سے مثل شمع
میرا ہے جسم مغز تمام استخواں نہیں

تاریک و تنگ گرد کدورت سے کب تلک
دل ہے ہمارا یا وہ کچھ سرمہ داں نہیں

زندان دہر میں ہے وہ زنجیر کی صدا
جز نالۂ ناتواں کا ترے کچھ نشاں نہیں

نزدیک تھا تڑپ کے ہلا دے زمین کو
پاسِ اَدب سے دُور ہے تیرا ناتواں نہیں

تیرے ہوائے شوق سے محکم ہو تو پھر
مانندِ بلبلوں کے مرا آشیاں نہیں

دو دل بسانِ شیشۂ ساعت ہیں دو دستو
جز گردِ تفرقہ کے کوئی درمیاں نہیں

جو فیض چاہیئے درِ دولت سے دل کے لے
جز فتح باب کوئی یہاں پاسباں نہیں

خاطر میں اُس کی ضعف سے بس ہی نہ جا سکا
شکوہ فراموشی کا کروں کیا زباں نہیں

جاں کے لئے بدن کو کیا میں نے خاکِ عشق
ہوتا عزیز کس کو بھلا میہماں نہیں

اصرار یوں نہیں ہے مناسب میاں نہیں
ہم خوب جانتے ہیں کہ تم کو دہاں نہیں

ہاں گر کہو تو ہے جو نہیں یو لو ہاں نہیں
یہ امر آپ کا ہے مرے تن میں جاں نہیں

جو ساتھ ساتھ اپنے وہ سروِ رواں نہیں
قابل نظارہ کرنیکے اب بوستاں نہیں

موجود ہر کہیں ہے پر اُس کا نشاں نہیں
جلوے میں وہ جمال کہاں ہے کہاں نہیں

تیغِ نگہ سے اُس کا مسخر جہان ہے
لو کب اسیرِ زلف مہِ آسماں نہیں

ہے شوق بس یہی کہ تجھے دیکھتا رہوں
لیکن حجاب دور بھی ہو یہ گماں نہیں

کھولو جو کان کو تو بنے پُرگہر صدف
ابرِ بہار ہے یہ ہمارا بیاں نہیں

ہیں آبلے کہ ہیں درِ مضمونِ آبدار
بے جوہر الغرض مری سیفِ زباں نہیں

سر بیچ بیچ کرتے ہیں سودائے عشق ہم
یہ وہ معاملہ ہے کہ جس میں زیاں نہیں

تجھ سا سدا بہار چمن میں بنا کے پھول
ہاتوں کو اپنے چومتا کیوں باغباں نہیں

دوزخ مقام جنتِ عالی مقام ہے — دل میں ہمارے یادِ رخِ گلرخاں نہیں

اسرارِ دل کے کہتا ہوں پردے میں شعر کے
کیا عشق اس کو سمجھیگا تو رازداں نہیں

بلبل خزاں میں مرگئی شورِ فغاں نہیں — مجلس عزا کی ہے چمن و نوحہ خواں نہیں
یکتو شوقِ اُس کی طرف کب رواں نہیں — کب نوکِ خامہ مثلِ شترہ خونچکاں نہیں
کیا شوقِ بوسۂ لبِ ساقی ہے دیکھئے — کب مثلِ جامِ بادہ مرے لب پہ جاں نہیں
تابِ نظر کو پیچ کو زلفوں کے دیکھ یار — یہ دودِ آہ سلسلہ جنباں کہاں نہیں
اے دل ہی مانگ اُس کی رہِ کعبۂ صفا — رتبے میں یک خس کے یہاں کہکشاں نہیں
ثابت ہوا تمہارے رخِ پرفروغ سے — شعلے کو طور کے جو سنا تھا دھواں نہیں
ہو گردِ راہ اُن کی یہ پایا ہوں میں عروج — اُس خاک کی زمین ہے یہ آسماں نہیں
دیکھو جو اُس کو غور سے دل داغ داغ ہو — آئینہ بہار ہے برگِ خزاں نہیں
باغِ جہاں میں وہ گلِ پژمردہ ہیں کہ آہ — گلچیں ہمارا کوئی بجز باغباں نہیں
مثلِ ستارِ نشترِ مژگاں کے شوق میں — باہر ہیں میرے دل میں رگوں کا نشاں نہیں
جلتا ہوں ہجر میں کہ ہوں فانوس کا چراغ — نزدیک پیرہن سے تنِ ناتواں نہیں

اے شمعِ بزمِ حسن جو دعوت نہ کی تو کیا
پروانہ تیرا عشق ہے کچھ میہماں نہیں

بیجا گلی میں اُس کی یہ شورِ سگاں نہیں — پر کیا کرے دل شکستہ ہے دورِ استخواں نہیں

اک شب بھی آتے پاس پئے امتحاں نہیں — حسنِ یقین میرا ہے تم بد گماں نہیں

بے چین کچھ بھی جب مرا آرام جاں نہیں — کیسے کہوں کہ واقفِ دردِ نہاں نہیں

نسبت ہمارے بیچ ہے وہی شخص و عکس کی — تیرے سوا ہے میرا کہیں اب نشاں نہیں

منہ دے نہ آئینہ کو حیا کی بھی شرم رکھ — یہ شوخ دیدہ یار ترا رازداں نہیں

گر چشمِ آئینہ میں حیا کا نہیں ہے نور — کیوں سرمہ دینا اس کو ترا آشنا نہیں

قاصد پرا کتنا ہے کہاں شوق میں تیرے — سیلابِ اشک ساتھ کب اس کے رواں نہیں

برباد بوئے گل کی طرح کیوں کرے ہی تو — گلزار کا یہ رنگ ہے بلبل فغاں نہیں

فریادِ خامشی میں ہے گوش و زباں اک — ہر غنچہ اس چمن میں مرا ہمزباں نہیں

بیگانہ خوئی آپ کی کافی نہیں ہی کیا — دروازہ پر ضرور سگِ پاسباں نہیں

وقت سے ہی ملی ہوئی رنگینیٔ کلام — یہ سنگلاخ دیکھو کم از گلستاں نہیں

میں مانتا ہوں قول کو مومن کے دل سے عشق
"جو فتنہ خیز اب ہے زمیں آسماں نہیں"

کچھ لعل ہی یہ سوزِ جگر کا گماں نہیں — ہے کون تیرے لب سے جو آتش بجاں نہیں

کیا آگ میرے دل کو جلاتی زباں نہیں — اب حالِ دل بھی کہنے کی تاب و تواں نہیں

اس شمعِ بزمِ حسن کی ہیں دلفروزیاں — پردۂ دل نہیں مرا آتش بجاں نہیں

مرنا ہزار جان سے تجھ پر ہوں تو بھی آہ — منظور میری زینت تجھے میری جاں نہیں

کس قافلہ کا ہے دلِ نالاں مرا جرس — گذرا نہ ایک دم جو بآہ و فغاں نہیں

سہتے جفائیں ہو تو چلے ہم تمام اور
ہونا تمام اُن کا ابھی امتحاں نہیں

ظاہر ہوئی کشش نہ نمایاں ہوا ہی زخم
غمزہ نہیں ہے تیر وہ ابرو کماں نہیں

مسجد کو و بر کو نہ گیا میں تو کیا ہوا
کیا سجدہ گاہِ خلق ترا آستاں نہیں

مُنہ پھیرتے رقیب ہیں اس ناتواں سے کیوں
کتوں کا طعمہ پوست نہیں استخواں نہیں

غم تیرا کیا بسا دلِ خانہ خراب میں
دل جسم میں نہیں ہے مرے تن میں جاں نہیں

اُس تے سفر کیا تو ہے جاں پا در رکاب
گلگونِ اشک کی مرے کف میں عناں نہیں

رُونا اُٹھا ہے گھر سے ترے عشق رُوک لے
قابل شنائے بحر کے یہ ناتواں نہیں

مہ رُو مرا فرس ہے تو خوفِ قراں نہیں
گردش کا تیرے کچھ بھی خیالِ آسماں نہیں

تیغِ زباں سے اُس کی کسی کو اماں نہیں
اور کیا جوابِ تلخ سے شکر فشاں نہیں

یہ سخت جانی اپنی بھی کچھ رائگاں نہیں
اک دم نہیں جو تیغِ ستم کی فساں نہیں

شوقِ نظارہ میں ہیں ہوئے گھر ہزار اُجاڑ
میں بھی چمن میں ہوں خبرِ آشیاں نہیں

غم تیرا تیرے آنے سے دل سے نکل گیا
سچ کہتے ہیں کہ عیش و خوشی جاوداں نہیں

میں مرتے مرتے ایک نظر تجھ کو دیکھ لوں
ہے شوق دیکھنے کا مجھے فکرِ جاں نہیں

آرام کے خیال کا دل پر جو ہو گذر
کہتا ہے درد دُور کہ خالی مکاں نہیں

یوں چاٹ چاٹ تیغِ زباں کو کرے تیز
لبِ لعل آبدار ہے سنگِ فساں نہیں

رہتا ہے تیر اُس کا دلِ چاک چاک میں
اُس مرغِ تیر پر کا کہیں آشیاں نہیں

گر جاں گئی تو اُس کی جگہ شوق ہی ترا | کب مُلکِ دل میں اس کی حکومت رواں نہیں

غالب کی طرز پر بھی سنا دے کوئی غزل
کیا عشق تو دلیلِ رہِ شاعراں نہیں

ہاں آشنا اثر سے یہ شور و فغاں نہیں | لفظِ کہن میں معنیٔ تازہ سے جاں نہیں
ہر دم ہے تیری یاد میں پاسِ نفس مجھے | نزدیک تجھ سے دُور ترا پاسباں نہیں
جور و ستم سے تیرے ہوں ممتاز خلق میں | خلعت بہ فخر کی ہے ترا امتحاں نہیں
مجھ کو خفیف کر کے نہ بیچنا وُ بار بار | جو بار دُو گے تم سو وہ دل پر گراں نہیں
ہر لفظ ایک بحر ہے ہر معنی ایک کان | خاطر میں نکتہ سنجوں کے کچھ بحر و کاں نہیں
گردش جو دیکھ لی تھی اُن آنکھوں کی ایکبار | چکر سے چین پایا ابھی آسماں نہیں

اور اک غزل کے سننے کا ہی شوق دل کو عشق
میں بھی تو شعر فہم ہوں کیا قدر داں نہیں

ہم سے ہوا سلوک جو تم پر نہاں نہیں | کب ذکرِ خیر آپکا وردِ زباں نہیں
جب جائے دل کی کوچۂ زلفِ بتاں نہیں | ہے مُرغِ پر شکستہ جسے آشیاں نہیں
اپنا مکانِ خاص تو جز لامکاں نہیں | ہے یہ بھی اک نشان کہ تھا کچھ نشاں نہیں
سودا یہ سود کا ہے سراسر زیاں نہیں | کب گرم اس کسا دمیں میری دُکاں نہیں
رہنا تھا دل میں درد گیا اس کو چھوڑ دل | کیا طُرفہ ماجرا ہے مکیں ہے مکاں نہیں
زاہد تو نیک اور رہوں بد میں جو دیکھئے | آپس میں غیرِ فرقِ عیاں و نہاں نہیں

تھا دل غریب معنیٔ بیگانہ ہو گیا — جز بیتِ ابروئے صنم اس کا مکاں نہیں
طاقت نہیں کہ دور کروں دل سے اضطراب — مالک ہے اس مکان کا وہ میہماں نہیں

اے عشق بس کہ شورِ قیامت بپا ہوا
آواز صور کی سی ہے تیری فغاں نہیں

کب بدۂ خیال ہیں موئے میاں نہیں — کب ضعفِ دل کا بار ہیں رازِ نہاں نہیں
دل تھا کہ آئینہ تھا تمہارے خیال کا — ہر چند ڈھونڈھتا ہوں پر اس کا نشاں نہیں
میں دردِ دل چھپانے کا حاصل کہوں ہے کیا — کر دیگا یہ تبسمِ پنہاں عیاں نہیں
منہ کو چھپائے ہوئے ہو تم کیوں کنارہ گیر — بوس و کنار کا تو سخن درمیاں نہیں
لے اب غبار میری بنی پردہ دار ہے — خوفِ نظر کسی سے تجھے آسماں نہیں
دشمن بھی ترس کھانے لگے حال پر مرے — ممنون ہیں تمہارا کہ اک ہی دوستاں نہیں
جوہر نہیں یقین یہ رکھتے ہیں ماہ رو — کب تجھ سے آئینہ پہ کتاں کا گماں نہیں
ہستی عدم میں رہنے کی تکرار کس لیے — دیتے گواہی کیا ترے لب اور دہاں نہیں
اک سطر خون سے ہے لکھا عرضِ حالِ دل — اے یار دیکھ نالۂ آتش فشاں نہیں

سرچشمۂ حیات کی ہے موج دلربا
ابرو تمہاری تیغ نہیں اور کماں نہیں

محوِ خموشی کہیے تو کس وقت ہم نہیں — یہ بھی زیادہ گوئی سے سمجھو کہ کم نہیں
کہتے ہیں گرچہ عاشقِ حیران ہم نہیں — آئینہ دارِ شرم مگر کب قسم نہیں

ہنستا ہوں دیکھ دیکھ میں ان کو کہ غم نہیں
کیا صورت اُن کی غیرت باغ ارم نہیں

مجھ سے تو حال بھی نہ لکھا جائیگا کبھی
اُس سادہ رُو کا عشق ہے شوق رقم نہیں

فرط غرور حسن و نزاکت سے کہتے ہیں
ہم سرگراں نہیں ہیں کہ گردن میں خم نہیں

میں جانتا ہوں پیاسے مرے خون کے ہو تم
کیوں بے محابا چھوڑتے کھاتا قسم نہیں

دلبر کا اپنے شکر ادا کس زباں سے ہو
وہ دل نہیں ہے سینہ میں وہ درد و غم نہیں

جب سے کہ یاس کا دلِ وارفتہ رام ہے
اس کو کسی سے پھر بجز آرام رم نہیں

بیدم سمجھکے مجھ کو تو دم دیتے ہی رہے
دم بھرتا اُنکا کب میں رہا دمبدم نہیں

حاصل مراد مے کے پیالے سے ہی تمام
کچھ غم نہیں میسر اگر جام جم نہیں

قائم مقام عشق کا جز غم نہیں کوئی
سرتا قدم جو ہم ہی رہے ہم تو ہم نہیں

اے شاہ حسن ناز ہے کیا مجھ فقیر پر
محتاج کا غنی پہ کبھو کب کرم نہیں

آنسو کے بدلے آنکھ سے حسرت ٹپکتی ہے
دریائے اشتیاق میں دیکھو کہ نم نہیں

کیونکر ہے اپنا شیشۂ ناموس چور چور
اُس طفل کے تو ہاتھ میں سنگ ستم نہیں

کیا داغ دل کی عشق کہوں نور باریاں
ایسا کوئی چراغ بدیر و حرم نہیں

اُن کے کرم سے کیا کہیں آگاہ ہم نہیں
اتنا تو جانتے ہیں ستم پہ ستم نہیں

کیا کیا دل اور جان پہ رنج و الم نہیں
گر اُن کی ہے اسی میں خوشی کچھ بھی غم نہیں

کس کی نگہ سے لشکر غم بے نشان ہے
پرچم نہیں ہے شعلے کا نالہ علم نہیں

بجھو کے اسیر آپ کے کھاتے ہیں داغ کیا
بیدانہ ہے یہ دام و لے بیدِ رم نہیں

ناصح کا قول مانتے مرا دل کہاں کی بات
میری کبھی تو کچھ بھی موثر قسم نہیں

ہستی ہماری محوِ فنا سر بسر رہی
اک دم نہیں کہ گردِ طریقِ عدم نہیں

یوں دل فروز تیری طلب ہے تو کون ہے
جوں شمع گرمِ راہ جو سرتا قدم نہیں

دکھلائے پر بھی چہرے کو بیمار کے ترے
حیرت ہے چشمِ آئینہ میں کچھ بھی نم نہیں

فکرِ جوابِ نامہ کھپاتی ہے جان کیا
کیا کیجے اپنے ہاتھ میں اُن کا قلم نہیں

اک سادہ دل کے صفحہ سے روشن سواد ہو
جوہر کا بھی اس آئینہ میں کچھ رقم نہیں

کیا ماہِ نو کو ہمسری ابروئے یار سے
جب آسمانِ ناز و ادا اس کا خم نہیں

سودا نہ ہوگا دل کبھی سودا یہ چھوڑ دے
بازارِ حسن میں تو کہیں قدرِ غم نہیں

مومن کی جان تازہ اگر ہو اسی سے ہو
روح القدس سے عشق ترا نالہ کم نہیں

اے دل ہیں دین و کفر سے شادی و غم نہیں
بیت الحرام کب ہے جو بیت الصنم نہیں

کب اُس پری سے آپ بھلا منتہم نہیں
کیا مجھ سے ملنے حیلہ یہی مغتنم نہیں

بایکدگر ہو خوش کہ ہوں میں بھی ستم ظریف
عینِ کرم ہے مجھ پہ یہ تیرا ستم نہیں

دل سے ہمارے اُن کا دہن تنگ ہی بہت
غم سے ہمارے اُن کا تبسم بھی کم نہیں

خورشید رو وہ آگیا رونے کو میرے پاس
حیران ہوں کہ دیدۂ خونبار نم نہیں

مر مر کے جی گئے ہیں بہت اُس کے شوق میں
آبِ حیات لب ہے ترا یا رسم نہیں

عاشق کا تیرے نام و نشاں تک بھی مٹ گیا
لوحِ مزار پر بھی رہا کچھ رقم نہیں

طاقِ مزار ساتھ لئے پھرتے ہیں ضعیف
کچھ پشت اُن کی بارِ تعلق سے کم نہیں

دیکھا فنائے عشق میں جب ہے بقائے حسن
ہوں نیستئ ہست کہ ہستی عدم نہیں

ہے یوں ستم کا شوق جو تم کو تو غم نہیں
غصہ کے بدلے غم ہی رہے دل میں ہم نہیں

رونا یہ اپنا دیکھو تو ہنسنے سے کم نہیں
غم کی خوشی سے پھولے ہیں دیدے ورم نہیں

گالی نہ بددعا نہ مرے سر کی ہے قسم
کیا ہو گیا قصور کہ مجھ پر کرم نہیں

گر حکم ہو تو سر سے میں اُٹھ جاؤں گا ابھی
پر کیا کروں کہ ضعف سے اُٹھتا قدم نہیں

غم ہے تپش ہے درد ہے حسرت ہے سوز ہے
سب کچھ وہی ہے مجھ میں مگر ایک دم نہیں

اُس لعل لب کے تلخ جوابوں پہ غش ہوں میں
ہے با نمک شراب مگر کیف کم نہیں

خنجرِ برشوق دیکھ کہ گر وہ ہوئے ہیں تیز
کر جاتے آ کے ہاتھ مرا کیوں قلم نہیں

سو عافیت ہے ایک نہیں میں "نہیں" نہ چھوڑ
آغازِ عشق ہے ابھی بالخیر تم نہیں

ہم جو جسمِ نزار رکھتے ہیں
جانِ امیدوار رکھتے ہیں

سب فسوں گو ہزار رکھتے ہیں
پیچ کاکل کے مار رکھتے ہیں

تیری آنکھوں کے شوق میں ہم تو
سر ہے جب سے خمار رکھتے ہیں

دل میں تاب و تواں نہیں باقی
حسرتِ انتظار رکھتے ہیں

داغ باغِ مراد تازہ ہے — گُل دایم بہار رکھتے ہیں
تجھ سے حاصل ہوا یہی اے گُل — دل میں اک خار خار رکھتے ہیں
تو بھی کچھ سن لے ہم غریبوں کی — خواہش امیدوار رکھتے ہیں
ایک قول و قرار سب کیا ہیں — ہم نشیں برقرار رکھتے ہیں
دلِ خُرم نہیں ہے سینہ میں — داغ اک یادگار رکھتے ہیں
قہر کے تم وہ ہوش اڑا دیتے — گیسوئے تابدار رکھتے ہیں
کون سنتا ہے کیا کہیں ہر دم — نالۂ زار زار رکھتے ہیں
پرورش نفس کی نہیں بیکار — سگ یہ بہرِ شکار رکھتے ہیں
اک لچک بس ہے جان لینے کو — کیوں کمر میں کٹار رکھتے ہیں
کیوں بُرے مجھ سے ہونے ہو پیارے — تم تو خوبی ہزار رکھتے ہیں
اس چمن میں جو پھرتے ہیں دلبر — بار اک بار بار رکھتے ہیں
کیا فدا جز سخن کریں تجھ پر — یہی بہرِ نثار رکھتے ہیں
بیوفائی تری رہے کب تک — ہم وفا پایدار رکھتے ہیں

عشق کے جو اسد علی[ہ] خاں ہیں
منتِ بے شمار رکھتے ہیں

ہے شوق لب کا ترے جس کے دیدۂ تر کو — سلام تشنگی کرتی ہے اُس کی کوثر کو

ہ : حیدرآباد کے ایک قدیم منصبدار جو مصنف کے کلام کے بے حد قدرداں تھے ۔ ۱۲

ہُوا ہے بارِ تن اب سر کو میں پٹکتا ہوں
گیا نہ راہ میں اُس کی تو کیا کروں سر کو

جگر سے لب تلک آگ لگ اٹھی اب تو
لگا دے مُنہ سے مرے ساقیا تو ساغر کو

غضب ہے بات مری دل کی دل میں رہ جائے
رسائی گوش تلک اُس شوخ کے ہو گوہر کو

تباہ حال مرا دیکھ خلق رُوتی ہے
نہ آیا رحم کبھی آہ اُس ستمگر کو

جو موجزن تھا شبِ ہجر اشک کا دریا
گرایا آنکھ سے کیا کیا نہ ہم نے اختر کو

تمہاری راہ میں دیکھوں بھلا سبب کیا ہے
نہ جھپکی آنکھ مری دیکھتا رہا در کو

سمجھ کے شوق میں اک موجِ چشمۂ کوثر
لگا لوں اپنے گلے سے میں اُس کے خنجر کو

پڑا ہوں ضعف میں اُس بن یہ کیا جلاتا ہے
خدا کرے کہ لگے آگ ایسے بستر کو

لکھونگا شوق میں وہ نامہ دراز اب باتیں
کہ سمجھے سلکِ گہر بار خطِّ مسطر کو

کہاں ہے حال کہ سنئے تمہارا قال اے عشق
خدا کے واسطے کھولو نہ اپنے دفتر کو

کہاں کا چین کدھر نیند تیرے مضطر کو
کہ دے چکا ہے سب آرام اُس نے بستر کو

غضب ہے پیری میں یہ داغِ عشق دل پر آہ
چھپا دے روئی میں کس طور کوئی اخگر کو

سبھوں کو اس پہ گمان ہو گا دیدۂ تر کا
دکھاؤں داغ جو میں آفتابِ محشر کو

ہوائے شوق میں اُڑتی ہے حسرتِ پرواز
جو بند ہوں میں قفس میں تو کیا کروں پر کو

رلانا میرا ہنسی سے نہیں تمہیں منظور
نکال دانت نہ غلطان کیجے گوہر کو

بغیر شربتِ دیدار کیا تشفی ہو
ہے کیسا تشنہ ترا دیکھ دیدۂ تر کو

نہ بند اُس کو کرو دم بھی مجھ پہ کرنے دو | تم اپنا جان لئے لب میرے فسوں گر کو
غمِ فراق ہے طوفاں تو صبرِ دل کیا ہے | یہ موجِ اشک بہا لے چلی ہے لنگر کو
سبھی ہیں بزم میں غش کس ادا سے چلتا ہے | ملے جو ہاتھ سے ساقی کے پاؤں ساغر کو
دو لب سے اُن کے ہوا اسیر دو جہاں میں | نہ چاہوں آبِ حیات اور آبِ کوثر کو
بغیر ذکرِ غمِ عشق یہ نہیں لگتا | الٰہی کیا کروں میں اس دلِ مکدر کو

سلوکِ شوق میں اب مجھکو عشق لازم ہے
بسانِ خامہ چلوں راہ پاؤں کر سر کو

بیان کیا کروں میں اپنے حالِ ابتر کو | کہ دل تو کھو چکا دیکھا نہیں ہے دلبر کو
کیا ہے آئینہ بیمار تیرا بستر کو | تری ہوا میں بس اب دم ہی اس کا دم بھر کو
تڑپ یہ میری بچھانوں کہ کب سلا دیگی | تمام فرشِ زمیں بس نہیں ہے بستر کو
گیا جو دل تو یہ رُوئے کہ چشم کھو بیٹھے | الٰہی روئیں ہم اب کیسا دیدۂ تر کو
نظر سے بچ کے مری آنکھ میں ہیں آ بیٹھے | میں اپنی آنکھ کہوں کیسے اُن کے منظر کو
وہ شوخ دیدہ معالج ہوا ترا یہ دل | گڑا ہی دیگا رگِ جاں میں دیکھ نشتر کو
نہیں یہ کھلتا کہ کب شوق آزماتا ہے | کسی کی بندشِ در سے کسی کی ٹھوکر کو
نہیں ہے دُود کہ دل میں وفا ہی جلتی ہے | ہے بوئے عود سے بھی ننگ اپنے مجمر کو
سیا جو جیب تیرے پھر کام ہو گا سینہ کا | ہے یاد پوچھو تو جراحی بھی رفوگر کو
انہیں کے میں بھی تو ہر دم جبیں پہ مرتا ہوں | ہے قم باذنی کا دعویٰ یہ جن کی ٹھوکر کو

نہیں ہے شک کہ تیرے شوق میں دیدۂ تر کریگا دامنِ پُرگل کنارِ محشر کو

نجانوں عشق کہ یوں خارِ دیدۂ مردم
کیا ہے شوق نے کس گل کے جسمِ لاغر کو

سکھایا کون یہ تیوری چڑھانا دلبر کو دکھاتا آئینۂ رُو سے ہے وہ جوہر کو
نجانوں ہوئیگی آخر برابری کیونکر تمہارے ناز سے مجھ خاک سے برابر کو
اُسی نے بے سروپا کر دیا ہے مجھ کو آہ میں جانتا تھا دلِ خود پسند خودسر کو
فلک کو دیکھ رہی ہیں کہ کب پھراتی ہے تمہاری چشم کی گردش ہمارے چکر کو
ہمیشہ سنتا ہے فریاد العطش میری دکھاتا دُور سے مجھ کو فلک ہی ساغر کو
ہم اپنا دشمنِ جاں کر چکے تری خاطر دلِ شفیق رفیق اپنے یارِ یاور کو
فدائے رتبۂ عاشق کہ پائے بلبل پر نثار کرتا ہے معشوقِ گل سر و زر کو
امیدواری میں سکی جو دل سے کھینچوں آہ بلند دیکھئے اک شاخِ نخل بے بر کو
ہوائے شوق میں اس بام کے ہی اڑتا دل حرم ہے سمجھے تھے ہم واہ اسی کبوتر کو
وہ شمع رُو ہے مرے سوزِ دل سے ہی مضموں کہ ایک بُت نہ ملا ہوگا ایسا آذر کو

جلایا دل نور لائے گا شوق مجھ کو عشق
ضرور آب ہے جب آگ لگ چکے گھر کو

دیا گیا تھا مرا نامہ کب کبوتر کو کہ کر دیا نہ پروانہ اس کے ہر پر کو
پسند آنا مرے پاس گر نہیں اُس کو بلا تو لیوے مجھے یار اپنے ہی گھر کو

رقیب ہوں کہ ترے اقربا ہوں کیا پروا
کیا ہے میں نے تو اب دُور دل سے سب ڈر کو

ہوائے مہر میں ہر ذرّہ کیا چمکتا ہے
نہیں خیال تو کیا کیجیے بندہ پرور کو

شبِ فراق مرے داغ کیا فروزاں تھے
کہ تاب دیکھنے کی بھی نہیں تھی اختر کو

ہیں پاؤں سوتے تری جستجو میں پھر پھرتے
ہے کوئی رہ یہ جو پہچانے پاؤں سے سر کو

ہلالِ عید کا دھوکا ہوا مجھے ناگاہ
جو دیکھا ہاتھ میں قاتل ترے میں خنجر کو

گداز راہِ طلب کیوں نہ ہووے پھر آساں
جو ساتھ اپنے رکھوں شوق سے میں رہبر کو

جلالِ پیرِ مغاں دیکھو جس کے اَبرو پر
سوال کا بھی نہیں ہے مجال قیصر کو

غبار دل کا مرے گفتگو سے ظاہر ہے
ملایا خاک میں کیا میں بھی آبِ گوہر کو

لکھے گا خط کوئی اب صاف عشق کو شاید
پھر اور کیا کرے حسن اُس کا مشک و عنبر کو

کرے گا زیر و زبر عشق دل کے کشور کو
کہ لایا ساتھ غم و درد سے ہی لشکر کو

نہوگا پیاسا مرے دل کے خون کا شاید
کہ پی گیا وہ لبِ لعل آبِ گوہر کو

اُسی شکاری کی طرزِ ستم کا مارا ہوں
جو چھوڑ دیتا ہے کر زخمی صیدِ لاغر کو

سمایا سر میں مرے آج کل یہ سودا ہے
کہ یاد بھی نکروں دل کو اور دلبر کو

فلک سے کام لیا عاشقی میں عالم نے
کہ دو ضرور تھا اس بحر میں شناور کو

شرابِ عشق سے کیا میرا فہم خوب ہوا
کہ محض خیر سمجھنا پڑا ہے ہر شر کو

ہیں واعظ اب کے یہ مصروف امر بالمعروف
کہ مطلقاً ہیں گئے بھول نہی منکر کو

سلوک و سنت و توحید کا بیاں مفقود　　کہ قصہ خوانوں نے رکھا ہی واب منبر کو
جو نکلا نالہ مرا لختِ دل ہی لے نکلا　　نہ دیکھا ہوگا فلک ایسے تیر اور پر کو
ہے نیزہ باز سپاہی مرا دلِ نالاں　　قطعہ　　کہ ساتھ رکھتا ہے تیر و تفنگ و خنجر کو
مگر جگر ہی پہ ہے صرف سب ہنر اس کا　　کروں سو کیا نہ ہوں پیٹتا جو میں سر کو

سناتا عشق ہیں احوال اپنا ہوں ہر دم
نیا ہے دیکھیے اس قصۂ مکرر کو

مقام دل نے کیا اپنا دیدۂ تر کو　　ہوا پسند سمندر بھلا سمندر کو
جو حرفِ دل سے مرے اُن کے لب کو آتے ہیں　　کہاں یہ ربط میسر ہو شیر و شکر کو
سوال دل میں یہاں لب پہ ہے جواب وہاں　　الٰہی کیا کرے ایسے کوئی مقدر کو
بھلا یہ سنگِ درِ یار کیوں نہیں ہوتا　　کہ اپنے درد کی بھی اب خبر نہیں سر کو
شکستہ پا ہوا جوں رنگِ نالۂ بلبل　　کہ بوئے گل سے لیا مستعار شہپر کو
نہ قتل ہونے میں انکار ہے نہ کچھ دعویٰ　　قبول کرلے جو قاتل ہی میرے محضر کو
جہاں سیاہ نظر مجھ کو آ رہا ہے اب　　کرم سے جلد دکھا دو رخِ منور کو
ہزار شکر کہ دل ہے غنی بدولتِ فقر　　فراغت ایسی کہاں ہے کسی تونگر کو
بروزِ حشر بہت گرم ہو رہے خورشید　　کروں گا چادرِ سر اپنے دامنِ تر کو

وہ آبِ چشمۂ حیوان سے سیر ہوگا عشق
دکھاؤں آئینۂ شعر اگر سکندر کو

جگہہ تو دل میں ہی دی اُس بُتِ ستمگر کو | اُتارا شیشہ میں کیا تو نے عشق پتھر کو
شکستہ رنگ بھی چہرے سے اُڑ چلا میرے | کیا ہُو نامہ بر اپنا میں مرغِ بے پر کو
پھپھولے ہجر کے دل میں پڑے قدم سے مرے | نثار دامن صحرا کیا یہ گوہر کو
تمہارے کان کے موتی کو دیکھ حیراں ہوں | کہ ساتھ مہر کے دیکھا نہ تھا بر اختر کو
ہیں رنگِ زرد سے اپنے ہوا بہت حیراں | اثر رُلانے کا کیا کیا مِلا یہ کیسر کو[له]
جلا کے سوزِ دروں اس کو آہ راکھ کرے | رکھے نہ دیدۂ تر نم جو میرے بستر کو
دمِ اخیر یہی آرزو ہے عاشق کی | اُڑا دے ہاتھ سے اپنے تو اُس پہ چادر کو
وہی تماشا دکھاویگا ہجر مجھ کو آہ | دکھایا اُس نے جو یعقوب سے پیمبر کو
سیاہ کاریٔ ہجراں میں کیا کہوں تم سے | سپید دیکھے ہے آنکھوں کو اور مرے سر کو
خدانخواستہ حاصل اگر نہو دیدار | شبِ فراق ہی سمجھونگا روزِ محشر کو

سُنا ہے تم نے کسی سے اگر سخن اچھا
سُنا ہی دیگا سنو عشق اُس سے بہتر کو

دکھاؤں آئینۂ چشم کے جو جوہر کو | تو کردوں بحرِ ندامت میں غرق اختر کو
وہ گھر تھا آئینہ جس سے کیا ہے باہر کو | نظر میں بن کے چلا جاؤں کاش اندر کو
ابھی میں چھوڑ کے دنیا فقیر ہو جاؤں | جو اُس گلی میں ہو ممکن بچھانا بستر کو
گلی میں اُس کی چلا ہوں میں دید کا بھوکا | یہ ڈر یہی ہے کہ کھانا پڑے نہ پتھر کو

له ۔ زعفران ۔ ۱۲

گلی میں اُس کی جو آسودہ رہنے بھی نہ دیا　　ہماری خاک سے کیا دشمنی تھی صرصر کو
کبھی نہ سیرِ چمن کا وہ پھر خیال کرے　　نسیم دیکھے جو اُس مجلسِ معطّر کو
حسین سارے ہیں محتاج گرچہ زیور کے　　یہ زیب تجھ سے ہے سارے لباس و زیور کو
کسی کو دیر و حرم کی خبر نہ تھی تب سے　　ہوا ہے سودا ترے سجدہ کا مرے سر کو
ہے نالہ میرا بھی اے یار ہر دو کوئی طوفاں　　یہ لا دے جوش میں کیا کیا نہ بحرِ اخضر کو
ہے عدلِ عشق کہ اس چشم سے مرے دل سے　　بہم جو دیکھتے ہیں باز اور کبوتر کو
شکر کو مشک کو اس سے نہیں ہے کچھ نسبت　　دکھا دو شعر مرا زلف و لعلِ دلبر کو

وہ آ کے عشق نہ پھر جائے بے خبر تیری
اِدھر اُدھر ہے تو کیوں پھرتا چھوڑ کر گھر کو

گئے ہو بھول بہت دن سے آپ کمتر کو　　کروں ہوں یاد میں اس بازدید اکثر کو
سرِ غرور بہت کچھ تھا دیدۂ تر کو　　قدم سے اپنے ہی پایا ہوں اُس کے ہمسر کو
کرم کرو تو اسی دم ہو میری جاں بخشی　　نہ بھولو بہرِ خدا ہر دمِ مقرر کو
ہمارے دل کو تو اپنا کیا ہے تو ظالم　　خراب اور نہ کر کشورِ مسخر کو
تری تو راہ میں پتھر نہ تھا کوئی حائل　　یہ میں قدم کے تلے دیکھا اپنے ہی سر کو
میں سخت حال ہوں فلک تجھ کو حادثے کی قسم　　سنجانے دے مرے سر پر سے ایک پتھر کو
مریضِ عشق کا ہر دم ہے مختلف احوال　　کہ ایک حال سے نسبت نہیں ہے دیگر کو
نکالتا ہے وہ مطلب کی اپنی بات سے بات　　میں نیک ظن کروں کس طرح ایسے بدبر کو

عبارت اُس کی اگر خط سے خوب ہو ایجاں
تو خوش رقم ہے کہو لعل رُوح پرور کو

اُسی کے دل میں پتا ملگیا ترا آخر
جو چھان مارا تری جستجو میں گھر گھر کو

اگرچہ شوق میں تیرے ہوا ہوں بے سروپا
عوض میں سر کے قدم کے رکھا ہوں چکر کو

گہر کے لعل کے طالب ہیں جوہری اے عشق
نہ پڑنے آنکھ میں ان کی دے اپنی کنکر کو

کسی کو آنے نہ دوں دیکھ لے ترے گھر کو
سمجھ نہ حلقہ در مجھ سے چشم بردر کو

یہ خامشی کا ہے اعجاز لعل دلبر کو
کہ ہونے دے نہ کبھی در کسی سخنور کو

بہت سمجھ کے کرو تم اشارۂ ابرو
گلے پہ اپنے کوئی پھیر لے نہ خنجر کو

ہوا کسی کا نہ دل سوز وہ بت بیدرد
کسی نے آگ سے خالی بھی دیکھا پتھر کو

نہیں ہے خوف جو تجھ کو زمیں پر اساں ہوں
کہ امن اپنا سمجھتا ہوں دل ترے ڈر کو

نزاکت اپنی سمجھ کی سوا ہے شیشہ سے
میں خون دل ہوں سمجھتا شراب احمر کو

کیا ہے غم مرے سینہ کو صفحۂ سرمشق
کہ پسلیوں سے مرے دیکھا اُس نے مسطر کو

جو قد یار کو دیتے ہیں اس سے ہم تشبیہہ
تو کیوں نہ فخر سزاوار ہو صنوبر کو

عزیز وحال میں بس چھوڑ دو مرے مجھ کو
کہ دو جہاں سے نہیں کام کچھ قلندر کو

تری ہوا میں بھڑکتا ہے دل بہت میرا
فروغ کیا رہے ایجان چراغ مضطر کو

ہے شش جہت سے نمودار جلوۂ دیدار
یہی ہے سوچ کہ اب منہ کروں میں کیدھر کو

تبھی تو عشق ہیں مضمون شوخ سب تیرے

کہ خونِ دل سے دیا رنگ میں نے ہر ہر کو

کیا ہو گیا ہے جذبۂ دل بیقرار کو
لایا نہ کھینچ گھر مرے اب تک جو یار کو

ہے ربط چشمِ تر سے دلِ داغدار کو
ہاں بر بھی ضرور ہے اس نو بہار کو

میں کیا کروں یہ جان و دلِ بیقرار کو
منظور جب جلانا ہی ٹھہرا ہے یار کو

حاجت تھی روشنی کی تری راہ دیکھتے
میں نے چراغ جان لیا انتظار کو

اے دل اگرچہ ہے گل بیچارہ وہ جمال
کیا جانتا نہیں ہے ترے خار خار کو

پھولا یہ کس کا جلوہ برنگِ بہار واہ
نکہت چمن کی کرتا ہے میرے غبار کو

ٹھنڈا کلیجہ اشک سے کرتے ہیں زندہ دل
آبِ حیات جانتے ہیں اس شرار کو

پھندے تعلقات کے بیکار رہ گئے
آزادیٔ دام چاہیئے تیرے شکار کو

دل دیدے میرے گر نہ جلیں ہجر میں ترے
شمع و چراغ کیا رہے شبہائے تار کو

دل داغ سے جلا تو جلے داغ دل سے آہ
خالی ہی دیکھنا ہو نہیں جیب و کنار کو

توکل گر جہازِ دل کا اپنے ناخدا ٹھہرے
تو پھر بادِ مخالف بھی موافق سی ہوا ٹھہرے

برآمد ہو گئے پامال حال انکا رہا ٹھہرے
نہ ٹھہرے پر نہ ٹھہرے گرچہ یا تاج و لوا ٹھہرے

اگر گرمی کی رو سے کچھ بھی انکا پا دیا ٹھہرے
تو پھر دو دو قدم پر دیکھنے تھک کر ہوا ٹھہرے

عبث کیوں دل لگا کر ان سے کوئی یوں برا ٹھہرے
بہت اچھا ہوا اگر وہ جو ایسے بیوفا ٹھہرے

نگہ آفت قیامت قامت اور کاکل بلا ٹھہرے
تمہارے سایہ کے آگے پری ہو تو کیا ٹھہرے

کہیں مانعِ تجلی کا حجابِ ناز ہوتا ہے
جو ڈھانپا منہ کو تم نے تو نہایت خوشنما ٹھہرے

بہت ناصح ہوئے پیہر اسر کہیں میں اُن سے تا پھر ہوں
تیقن جب ہوا دل کو کہاں پھر وسوسا ٹھہرے

نہیں جانا گلی سے انکی اپنا بے سبب کب ہے
نہیں کھوئے تھے دل کو ہم تو اُس کا کھوج پا ٹھہرے

خیال آیا تمھارے رونے میں مگر کچھ اُن کے ہنسنے کا
کہ سارے قطرہائے اشک موتی بے بہا ٹھہرے

تمہارے دیکھنے کا شوق اُن کو یہ ہوا دیکھو
کہ جان و دل ہمارے دونوں آنکھوں میں آ ٹھہرے

خوشی سے ہم تمہارے گھر میں آتے ہیں یا جاتے ہیں
مبادا پھر جنونِ عشق ہی زنجیر پا ٹھہرے

تمہارا بیٹھنا اُٹھنا نہیں بیکار چلنا بھی
اُٹھے دلبر رہے دلدہ چلے تو دلربا ٹھہرے

کہے جاتا ہوں تو میں نے بھی ایسی بیقراری کی[1]
تماشا دیکھتے حیران ہیچون و چرا ٹھہرے

نہیں جب بدر ہی کب عید سے ہم شاد ہوتے ہیں
ہزار آوے اگر نوروز تو غم کا دہا ٹھہرے

تو ہم دربدر پھر پھر ہوئے بیزار کیا حاصل
کفیلِ مطلبِ دل اب ہمارا بس خدا ٹھہرے

ہماری کیا حقیقت رات دن دیکھو مہ و خور بھی
اُسی کے آستاں پر سر بسر ہیں جبہہ سا ٹھہرے

مکان آرام کا سمجھا تھا میں نے خانۂ دل کو
نتھا ہرگز گماں آخر کو یہ ماتم سرا ٹھہرے

نہ ہو بے یار ہم سے گفتگو خاموش بیٹھے ہیں
نہ ہووے جب چمن میں گل تو بلبل بے صدا ٹھہرے

یہ کس کے ملنے کا ہے فیض حیراں ہیں نہیں معلوم
کہ بالکل ہو گئے بیخود آپ سے ہم یوں جدا ٹھہرے

نہ جا سکتے ہیں ساتھ اُن کے نہ اُن کو روک سکتے ہیں
اُنہیں کی مہربانی ہے جو ہم بے دست و پا ٹھہرے

شرابِ حسن سے سرشار کب تک یوں رہو بس
کہ ہم بھی ہوش میں آویں تمہارا گر نشا ٹھہرے

---

[1] یعنے اس نے کہا کہ میں جاتا ہوں تو میں نے ایسی بے قراری کی - یہ اُس وقت کی زبان ہے - ۱۲

مخالف ہے موافق کا لیا کرتے ہیں خوباں کام
چراغِ گل کا روغن سر بسر آبِ ہوا ٹھہرے

یہ بزمِ عشرتِ عشق جہاں آشوب ہے یارو
نہ ہو ہر دم یہاں جو رقصِ بسمل کیا مزا ٹھہرے

اسی بس بیقراری میں عزیزو سا لیا ٹھہرے
نہ پایا چین اک لحظہ کبھی پر ٹھہرے تو کیا ٹھہرے

یہ کیا قہر و غضب ہے جسکے ہم یوں مبتلا ٹھہرے
کہیں ٹھہرو جو ان کو تو کہیں میری بلا ٹھہرے

نہ ہم پوشیدہ جا سکتے نہ وہ دزدیدہ آ سکتے ہیں
ہوئی تدبیر مشکل اب کہ عاشق برملا ٹھہرے

کوئی دم کے ہیں مہماں ہم شتابی ہے بجا وہ
ذرا ٹھہرے ذرا ٹھہرے ذرا ٹھہرے ذرا ٹھہرے

دکھا صورت کو اپنی رونما مجھ سے نہ مانگو تم
مری آنکھوں میں دیکھو اپنے آپ ہی رونما ٹھہرے

عجب مشکل کی صحبت ہے کہ کچھ بھی بس نہیں چلتا
ادب کے قیدی ہم ہیں تو وہ پابند حیا ٹھہرے

ثبات اے عشق یہ ہے اور اسی کا نام استقلال
حسینانِ جہاں سے مل کے پھر تم پارسا ٹھہرے

خدا جانے مآل اس کا بھلا ٹھہرے برا ٹھہرے
علم کی تیغ جو اس نے تو ہم بھی سر جھکا ٹھہرے

جفا ٹھہرے سزا ٹھہرے وفا ٹھہرے عطا ٹھہرے
کرو جو کچھ ہمارے حق میں تم کو روا ٹھہرے

لبوں پر جان آئی ہے بجا وہ کہ تا ٹھہرے
چلے لے ساتھ ہم کو گھر ہمارے گھر میں یا ٹھہرے

تکلف برطرف لکھوا آنکھیں اپنی حاضر ہیں
بجائے فرش ان کو وہ جہاں جا بچھا ٹھہرے

پرانی دوستی ہر چند ہم انکو جتاتے ہیں
کریں کیا پھر جو وہ سن سن کے سراسر وہ نیا ٹھہرے

دلِ خوں میں ہمارا بھی کرو پامالِ احساں ہے
عبث تم دستگیرِ طائرِ رنگِ حنا ٹھہرے

اسی خواہش میں ہے اگل دم بدم بیخود نفس میں تھے — کہ ہم بھی بھیجیں کچھ پیغام گر پیک صبا ٹھہرے

مبادا حیلہ گر وہ حرف کچھ رکھتے اسی پر بس — کہو قاصد سے میرا حال سب اس کو سنا ٹھہرے

نہیں دیدار حاصل تشنۂ دیدار کو یارب — شب ہجراں بھر اس کے حق میں کیوں نہ روز جزا ٹھہرے

ز فریاد و نالہ سے نہیں بیزار ظاہر ہے — گلا بیٹھے ہمارا جب تو کیا انکا گلہ ٹھہرے

طریق عشق کے سب لکوں کو میں نے دیکھا ہے — گئے چل ابتدا میں کچھ تو پھر بے انتہا ٹھہرے

کروں توبہ و استغفار میں بھی شیخ جی لیکن — کہو کیا ہو اسی جب تک پر لطف ہوا ٹھہرے

الگتا ہے قول حق سو حق میں بعد کم نا ہو — بھلا میری نظر میں کچھ بھی پہلے یا سوا ٹھہرے

ادیں خاک سر پر پھر نہ کیوں ایسے نصیبوں سے — غبار دل ہی ان کے ہم کہ جنکی خاک پا ٹھہرے

بہت گردش میں سرگرداں رہے ہم عشق کیا کہیے
نہ پہنچے در تک اس مہ کے جو طالع نارسا ٹھہرے

کنج قناعت میں تقیہ بے ریا ٹھہرے — یقیں باشوکت و شان و شکوہ کبریا ٹھہرے

ں سے دل لگا کر جو گنہگار خدا ٹھہرے — سزاوار ان کی نفریں کے جدا ٹھہرے جدا ٹھہرے

ن صبح و مسا ایسے کہو اے مہ لقا ٹھہرے — تمہاری انتظاری میں تو ہم صبح و مسا ٹھہرے

اگویوں میں ان کے سر بسر اہل دعا ٹھہرے — وفا کی تھی جو ہم نے سو سزاوار جفا ٹھہرے

ح تک مدعی جاں کا دل جنگ آزما ٹھہرے — میں حیراں ہوں کہ اس کا کچھ بھی آخر مدعا ٹھہرے

ے رنگ سے ہر چند تھے آتش بپا ٹھہرے — بہت منت جو کی میں نے خفا ہو کر ذرا ٹھہرے

زمانہ زیر سر ہر دم مقدر تو مرتے ہیں — ادا کوئی تمہاری جان من اپنی قضا ٹھہرے

رہے زر ہاتھ میں گل کے یہ کیا طرفہ تماشا ہے — کہ مرغانِ چمن سارے فقیر بالنوا ٹھہرے
علاج اس کا نہ تم سے ہو طبیبو باز آؤ اب — کہ دردِ دو داغ بہتر ہے اگر دل کی دوا ٹھہرے
نہیں معلوم کیونکر اب بنے اُن سے ہماری آہ — نہ ہوتے زود رنج اے کاش اگر دیر آشنا ٹھہرے

نظر بازی سے باز آؤ کہ یہ عشقِ مجازی ہے
مناسب دل لگی کو اور کوئی مشغلہ ٹھہرے

تعلق دل کا پوشیدہ جو بافقر و فنا ٹھہرے — لباسِ ظاہری کی ہی عبا ٹھہرے قبا ٹھہرے
مکان ایک ایک کیسا خوشنما امید کا ٹھہرے — اگر دل کی ہمارے سرزمیں کا زلزلہ ٹھہرے
کہاں پھر ناخنِ تدبیر کی رحمت سے بچ سکتے — بھلے کو عقدِ دل کے اپنے سب مشکل کشا ٹھہرے
گرہ اُن ابروؤں سے کھلنے کی اُمیدواری میاں — کھلے درات اپنے ایسے ہی دستِ دعا ٹھہرے
کریں کیا کچھ نہیں چارہ بلائے آسمانی کا — نہ ہو برسات رونے کی جو یوں غم کی گھٹا ٹھہرے
دلِ پر شور و سرگرداں ٹھہرتا ہی نہیں آخر — کسی کے ہاتھ کا لٹو بنے یا جھنجھنا ٹھہرے

نہ غم ان کو اسیری کا نہ خواہش آب و دانہ کی
اسیرِ دام اُن کے طائرِ قبلہ نما ٹھہرے

ہات میرا اس سیم تن کے تیغِ آہن دیکھیے — جس کے یکسر منکے مقناطیسِ گردن دیکھیے
سیم تن کا بیٹھنا نخوت سے تن تن دیکھیے — ضعف سے جاتی ڈھلی ہے میری گردن دیکھیے
آئینہ میں اپنی صورت یوں جو بن ٹھن دیکھیے — ہو گئے عاشق اپنے ہو گئے میرے دشمن دیکھیے
دوستانِ ظاہری کا کیا کہوں میرا اختلاط — تیر تر آتش سے بھی یہ ربطِ دشمن دیکھیے

سارے دشمن دوست میرے بن گئے تو کیا ہوا — دوست کا سا میں بھی اک کہتا ہوں دشمن دیکھیے

شیخ جی نے تو کیا خرقہ کو رہنِ جامِ مے — تر نہیں ہوتا ہی مے سے اُن کا دامن دیکھیے

سالکو ہے دور راہِ عشق سے خوف و خطر
راہرو اس رہ کا اپنا آپ رہزن دیکھیے

دستِ رنگیں ہیں مرے گلرو کے سوسن دیکھیے — آگ میں روئی ہے سالم اور روشن دیکھیے

لے گیا دل میرا اک طفلِ برہمن دیکھیے — اُس کو اب ناقوس سا سرگرم شیون دیکھیے

دیدنی کب ہے، دلا بے یار گلشن دیکھیے — بوئے گل کو اب اسیرِ دود گلخن دیکھیے

چہرۂ تاباں کو اُس کے مے سے روشن دیکھیے — آتشِ آتش کیلئے ہوتی ہے روغن دیکھیے

ساقیا قلقل سے مینا گرم شیون دیکھیے — روبرو گل کے ہے بلبل کیا توازن دیکھیے

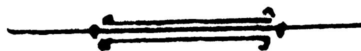
نقدِ دل اور اشکِ گوہر رنگ کندن دیکھیے — کیا ہی ساماں سے بنے ہیں ہم مہاجن دیکھیے

محتسب سے بڑھ کے میں ہوں شربِ دشمن دیکھیے — طوق میرا ہاتھ اور مینا کی گردن دیکھیے

خاک کی جا گہ وہاں پھولوں کا خرمن دیکھیے — اب شہیدِ ناز کا تم چل کے مدفن دیکھیے

تیغِ جوہر دار کی حسرت میں شیون دیکھیے — زخمِ دل کے لب پہ جاری وردِ جوشن دیکھیے

ضعف سے یاں ہی گریباں طوقِ گردن دیکھیے
پانوں کی بیڑی وہاں بس دورِ دامن دیکھیے



رباعیات



اللہ رے معبود کسی کو اپنا کیا ذات میں کیا صفت میں سا جھی رکھا
ہر شے کی زبان پر یہی ہے جاری سُبحانَ رَبّیَ العظیمِ الاَعلیٰ

قائل جو ہوا تیری خداوندی کا ہے دعویٰ بجا اُس کو خردمندی کا
جو تیری خدائی پہ ہنسے ہے ناداں غم کھانا پڑے گا اُسے خرسندی کا

رکھتا ہے گدا تیرا سرِ شاہی کا بیخود کو ترے دماغ آگاہی کا
پر راہِ رضا کٹھن ہے ایسی تیری ڈر خضر کو بھی رہی ہے گمراہی کا

غفلت کی تھی نیند خوابِ پریشاں دیکھا دل کثرتِ جرم سے ہراساں دیکھا
امید ہے بخشش کی جو تھا خوفِ عذاب بس نام ترا رحیم و رحمٰں دیکھا

تو نے بہت کچھ ہمیں سمجھایا کچھ بھی نہ سمجھ میں پر کسی کی آیا

جس نے تجھے پایا سمجھا ہوگا اُس نے
اپنے ہی خیالات سے دل بہلایا

سچ ہے کہ وہی صاحبِ عرفان ہُوا
نادانی جو اپنی جان انجان ہُوا
جو آئینۂ بحث کو دیتا ہے جلا
انسان سے شیطاں ہوا حیران ہُوا

مانند رسُول حق محبوب خُدا
اصحاب کا مداح علیؓ مولا
بحبِ صاف حدیث سے یہ مضمون کھُلا
انکار منافقوں کا نکلا بیجا

گو تار نگہ سے ہر کوئی جال بُنا
پر کس نے ترے باغ سے اک پھول چُنا
جس رنگ کو دیکھوں وہ ترا پردہ ہے
یہ جوشِ بہار جلوہ دیکھا نہ سُنا

ایمان ہمارا ہے بڑی رب کی عطا
دُنیا کی یہ عزت یہ نجاتِ عقبیٰ
کیا کہئے جو حاصل ہو کمال اسلام
مانگو یہ دعا اور کرو شکرِ خدا

یارب ہُوں غلام شافعِ محشر کا
اصحاب کا اور آلِ اطہر کا
امت کے تو دُوزخ سے بچا اور مجھ کو
فردوس ملے سُنتِ پیغمبر کا

محبوب خدا کی کرے کیا کوئی تمنا
ممدوح محمد سا پیدا نہوا
پایا جو رؤف اور رحیم اس نے خطاب
ویسا ہی کرے گا کام جیسا ہی کہا

ہمنام خدا کون نبی کہیئے ہوا
اور ختم رسالت کو بھلا کس نے کیا
قرآن سی کتاب دیکھئے بھلا اس کو ملی
پڑہیئے گا درود اُس پر ہر صبح و مسا

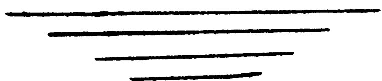
اے آہ ترا دھیان نہیں دلبر کو
میری نہ جلا تو جانِ مضطر کو
آئینۂ سینہ کی جلا ہے اس سے
برباد نہ کر دل کی خاکستر کو

روکے کیسا کوئی دلِ مضطر کو
یہ طاقت مقدور کب ہے بشر کو
ہر دم معشوق سے ملنے کا خیال
ہے ہے کیا اے عشق دُھننے ہی سر کو

ہے کام جو مجھ سے عشقِ دلبر کو
بیکاری سے فرصت نہ ملی دم بھر کو
دکھلاویگی کیا عقل بھلا اپنا ہُنر
کب دیکھنے کی تاب ہے چشمِ تر کو

آئینہ بنایا ہے کہ زنگار نے مجھے
گر چہرہ کا یا خط کا گرفتار مجھے
تو اپنے لئے پیار کر اے یار مجھے
تیرے لئے میں تو بھی ہوں درکار مجھے

ہمت یہ مری عالیٔ دنیا ہے دنی اس سے نہیں کچھ حاصل جز دل شکنی
کیا ہے فکر ہے جب نام عبدالباسط محتاج ترا بندہ ہوں اے ربِّ غنی



دراعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن
طبع گردید

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

کتب خانہ
جامعہ ملیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس امنا، مجلس انتظامی ایک وقت میں پانچ کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۲۔ اساتذہ جامعہ و کارکنان ایک وقت میں پانچ کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۳۔ اساتذہ جامعہ اور طلبہ ایم اے تین کتابیں اور بی اے دو کتابیں ایک ہفتہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو طلب کی جائیں گی۔ اگر پھر بھی واپس نہ کی گئیں تو جرمانہ ہوگا۔

۵۔ ایک کتاب واپس کر کے دوسری کتاب لینے کے لیے پہلی کتاب کا لانا لازم ہے۔

۶۔ کتابوں میں کسی قسم کا نشان یا حاشیہ وغیرہ لکھنا منع ہے۔

۷۔ کتابیں کسی دوسرے کو نہ دی جائیں۔

۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جا سکیں گی۔ فقط